Fikr-o-Nasar (Islamabad) 28-29:4,1-2 (1991)

سپین :
اردو کے سفرناموں کے آئینہ میں

ڈاکٹر رحیم بخش شاہین

اندلس پر مسلمانوں نے تقریباً آٹھ سو سال تک حکومت کی اور اس سرزمین میں انھوں نے ایک ایسی تہذیب کی بنیاد رکھی جو مقامی عناصر کو اپنے اندر سمونے کے باوجود اصل کے اعتبار سے اسلامی تھی اور جس پر عربی اثرات نمایاں تھے ۔ اس منفرد تہذیب میں انسانی قدروں کو جو توقیر حاصل ہوئی اور علوم وفنون کو جو ترقی ملی وہ نہ صرف اندلس کے لئے بلکہ پورے یورپ کے لئے سرمایہ عزت و ذریعہ قوت ثابت ہوئی لیکن ۱۴۹۲ء میں سقوط غرناطہ کے المیہ کے وقوع پذیر ہوتے ہی ظلم وستم کا ایک دور شروع ہو گیا ۔ عیسائی حکمرانوں نے مذہبی تعصب کی بنا پر غیر عیسائی اقوام کو مٹانے کی پالیسی اختیار کی خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ ان کا رویہ انتہائی ظالمانہ تھا ۔ انھوں نے مسلمانوں کے زندہ رہنے کی شرط یہ رکھی کہ وہ عیسائی ہو جائیں دوسری صورت میں انہیں جان سے ہاتھ دھونا ہوں گے یا ملک سے نکل جانا ہوگا ۔ اس معاملے میں عیسائی پادری نئے حکمرانوں کے موید اور معاون تھے ۔ عیسائیت کی حفاظت اور اشاعت کے نام پر بے شمار مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور تیس لاکھ کے لگ بھگ مسلمانوں کو اندلس سے نکل جانے پر مجبور کر دیا گیا ۔ اس طرح اس خطہ ارض پر ایک ایسی قوم کا جینا ناممکن بنا دیا گیا جس نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنی محنت شاقه اور ذوق لطیف سے اندلس کو تہذیب و تمدن کا گہوارہ بنا دیا تھا ، اس میں صنعت و حرفت، زراعت و تجارت کو لائق رشک فروغ بخشا تھا ۔ اور علوم وفنون کی اشاعت و ترقی کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کیا تھا ۔ یہ مسلمانان اندلس کی مساعی تھیں جن کے نتیجے میں جدید یورپ کا وجود میں آنا ممکن ہوا ۔ مشہور یورپی مورخ لین پول اندلس میں مسلم اقتدار کے خاتمے پر اظہار رنج و غم کرتے ہوئے لکھتا ہے :

,,اہل اسپین اس وقت بالکل مبہوت تھے اور نہیں جانتے تھے کہ کیا کر رہے ہیں ۔ مسلمانوں کی جلاوطنی سے بڑھ کر ان کو کسی بات کی خوشی نہ تھی ۔ کوئی نقصان ان کے نزدیک اس سے زیادہ عجیب و غریب نہ تھا ۔ کوئی واقعہ مدت تک اس سے زیادہ دلچسپ نہیں گزرا ۔ انہوں نے قصائد لکھ کر اظہار مسرت کیا ۔ پوپ ڈی ویگا نے اس واقعہ کو گیت کی طرح گایا ۔ ویلز کوسز نے اس پر ایک مرصع یادگار لکھی ۔ سروینٹس جیسا آزاد منش اور رحم دل شخص بھی ان پرجوش مناقب کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا ۔ لیکن افسوس ! صد افسوس کسی کو اس بات کا خیال نہ آیا کہ مسلمان ملک سے جلا وطن نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے ایک مرغ زرّیں کو ہلاک کر دیا ہے ۔ وہ مسلمان جن کے ظلّ حمایت میں اسپین سینکڑوں برس تک سچی تہذیب اور شائستگی کا مرکز ، جمیع علوم وفنون کا سرچشمہ رہ چکا تھا ۔ جن کی بدولت اس کو صدیوں علمی کوثر اور کعبہ تہذیب بننے کا فخر رہا تھا ۔ یورپ کی کوئی قوم اس جلیل القدر قوم کی ہمسری نہ کرسکی تھی ۔ کوئی ملک مہذب اندلس کا ہم پلہ نہ ہو سکا تھا ۔ ،، ... ,, غرضیکہ جب مسیحی مسلمانوں کو جلاوطن کرکے ان کے نام ونشان تک مٹا چکے ، ملک ان سے پاک کر چکے تو

اسپین چاند کی طرح بقعہ نور معلوم ہوتا تھا لیکن بہت کم عرصہ کے لئے کیونکہ یہ روشنی خانہ زاد نہ تھی ۔ بلکہ چاند کی روشنی کی طرح مستعار اور عطائے خورشید تھی ۔ چنانچہ گرہن شروع ہو گیا جس کی تاریکی میں ملک اور قوم آج تک ملتبس چلی آتی ہے ۔ لیکن مسلمانوں کی زندہ یادگاریں ابھی تک اسی آب و تاب سے موجود ہیں اور اندلس مرحوم پر نوحہ خوانی کر رہی ہیں» (مسلمان اندلس میں، ص ۳۵۵ ۔ ۳۵٦) ۔

اندلس میں تہذیب و تمدن کی ترقی کے سلسلے میں مسلمانوں نے جو کارنامے انجام دیئے ان کی تفصیل سے مشرقی اور مغربی مصنفین کی تواریخ بھری پڑی ہیں ۔ متعدد تذکرے اور طبقات ان بلند پایہ شخصیتوں کے احوال زندگی کا مخزن ہیں ۔ جنھوں نے علوم و فنون کے مختلف شعبوں میں اپنی قابلیت و مہارت کا لوہا منوایا ۔ یہ شخصیتیں اس زمانے میں پیدا ہوئیں جب گلستان اندلس پر بہار چھائی ہوئی تھی ۔ لیکن پھر نفرت کی آگ نے اس کے سارے حسن کو بھسم کر دیا اور یہ مردم خیز خطہ عقیم ہو کر رہ گیا ۔ اس کے تذکرے کتابوں کے اوراق میں محدود ہو گئے ۔ مسلمانوں کی بنائی ہوئی عمارتیں شاہراہیں اور سیرگاہیں آثار قدیمہ میں شمار ہونے لگیں اور مسلمان سیاحوں کی نگاہ التفات کو ترسنے لگیں ۔ اگر کوئی مسلمان سیاح ادھر گیا بھی تو اس نے سفر کے حالات لکھنے اور داغ ہائے سینہ کو تازہ کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی ۔ یہی وجہ کہ عالم اسلام کی بڑی بڑی زبانوں میں لکھے گئے اندلس کے سفرناموں کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے ، ان زبانوں میں اردو بھی شامل ہے ۔

اردو میں سپین کے جو سفرنامے لکھے گئے ان میں قند مغربی (مطبوعہ جنوری ۱۸۹۸ء) کو زمانی اعتبار سے اولیت حاصل ہے جبکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آخری سفرنامہ ,,سورج کے ساتھ ساتھ ،، (مطبوعہ ستمبر ۱۹۸۸ء) اس فہرست میں شامل ہوا ۔ نوے سال کی طویل مدت میں سپین کے نو طویل اور مختصر سفرنامے معرض تحریر میں آئے ہیں، جن کا اجمالی تعارف ان صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے:-

(۱) سفرنامہ اندلس مسمی بہ قند مغربی

نواب محمد عمر علی خان کا یہ سفرنامہ ان کے خلف الرشید نواب محمد حیدر علی خان والی ریاست باسودہ نے رمضان ۱۳۱۵ھ/ جنوری ۱۸۹۸ء میں مطبع نظامی کانپور سے شائع کیا ۔ صاحب سفرنامہ سیر وسیاحت کے بہت شائق تھے ۔ ان کا شوق سیاحت انہیں ہندوستان کے اندر اور دیگر ممالک میں کشاں کشاں لئے پھرتا رہا ۔ انھوں نے ہندوستان کے مختلف حصوں کی اس زمانے میں سیر کی تھی جب کہ ریل کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا ۔ اس کے بعد انھوں نے عرب، یورپ، سیلون، برما اور چین وغیرہ کی سیاحت کی اور اس کی تفصیل اپنے سات سفرناموں میں پیش کی ۔ ان کا آٹھواں سفرنامہ سیاحت اندلس کی روداد پر مشتمل ہے ۔

سفرنامہ اندلس یا قند مغربی اگرچہ زیادہ مفصل اور معیار کے اعتبار سے کوئی وقیع سفرنامہ نہیں ہے ۔ اس کے باوجود اس کی ایک تاریخی اهمیت ہے ۔ یہ نادر و نایاب سفرنامہ اردو میں لکھے گئے سپین کے سفرناموں میں قدیم ترین سفرنامہ ہے اس سے قبل اسپین کا اردو میں کوئی سفرنامہ ہمارے علم میں نہیں آیا ۔ نہ صرف اردو زبان کے عہد بہ عہد ارتقا کی تاریخ میں بلکہ صنف سفرنامہ کے مطالعہ میں بھی اس کو بہت اهمیت حاصل ہے کیونکہ اس کا شمار اردو کے ان چند سفرناموں میں ہوتا ہے جو انیسویں صدی میں لکھے گئے ۔ قند مغربی ایک ایسے سیاح کا کارنامہ ہے جسے کوئی یورپی

زبان نہیں آتی تھی ، اس کے باوجود وہ یورپ کے تقریباً ہر بڑے ملک کی سیاحت سے محظوظ ہوا اور سیاحت میں وہ نام پیدا کیا کہ جب حج کے موقع پر اپنے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے ملاقات کی تو انھوں نے اس کو ,,اے ہمارے جہانیاں‌جہاں گشت،، کہہ کر پکارا ۔ (ص : ۱۵)

نواب محمد عمر علی خان نے اپنے آٹھویں سفر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے حصہ اول بمبئی سے اسپین تک اور حصہ دوم ملک مغاربہ المراکو، تونس اور الجیریہ وغیرہ سے متعلق ہے۔

قند مغربی میں مصنف نے صرف اپنے سفر اندلس کا احوال رقم کیا ہے۔ وہ مئی ۱۸۹۳ء میں ریاست باسودہ سے روانہ ہو کر بمبئی پہنچے اور ,, پرشیاء ،، نامی جہاز پر سوار ہو کر عازم حج ہوئے ۔ اس سفر کا کچھ حال انھوں نے نظم میں اور کچھ نثر میں بیان کیا ہے۔ نظم کا آغاز یوں ہوتا ہے :

مختصر ہے یہ التماس رئیس
نظم لکھتا ہوں جو بلفظ سلیس
بعد حمد خدا و نعت رسولؐ
عرض اتنی ہے پائے عز قبول
بیٹھے بیکار جی جو گھبرایا
یہ ھی میرے خیال میں آیا
نظم میں لکھوں اب کی حال سفر
نثر میں تو لکھا گیا اکثر

(ص : ۷)

اگرچہ یہ نظم شاعری کا کوئی عمدہ نمونہ نہیں لیکن اس کی بدولت اس قدیم سفرنامہ کو یہ خصوصیت ضرور حاصل ہو گئی ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس میں بعض تفصیلات سفر کو اشعار کی صورت میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ جبکہ سفرناموں میں یہ روش نایاب ہے۔

حج کے بعد نواب صاحب نے سپین جانے کا عزم کیا لیکن وبا کی شدت اور قرنطینہ کی پابندی کی بنا پر آگے نہ جا سکے لہذا واپس وطن لوٹ گئے۔ چند ماہ بعد پھر عازم یورپ ہوئے۔ سویز سے گزر کر بحیرہ روم میں مختلف جزیروں کا نظارہ کرتے ہوئے ۳۰ نومبر ۱۸۹۳ء کو مارسیلز پہنچے اور وہاں سے سپین کی بندرگاہ بارسلونا کا رخ کیا۔ بارسلونا سے روانہ ہو کر انھوں نے ویلنشیا ، کارڈوبا، غرناطہ ، ملاگہ اور میڈرڈ وغیرہ کی سیاحت کی۔

,,قند مغربی،، میں سپین کی سیاحت کا حال تو نہایت اختصار سے لکھا گیا ہے ۱۵٦ صفحوں کی کتاب میں صرف ۳۵ صفحے روداد سفر کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ البتہ تاریخ اندلس پر بہت توجہ دی گئی ہے۔ تقریباً ایک سو صفحوں میں مصنف نے سپین کی قدیم تاریخ، مسلم دور اور عیسائیوں کے ہاتھوں سپین کی فتح وغیرہ کی تفصیل رقم کی ہے کیونکہ بقول مصنف :

,,بہت لوگ ہیں جن کو واقعات کی خبر نہیں اس لئے راقم آثم سب سے پہلے واقعات تاریخی کو مجملاً ابوالفدا و تاریخ اندلس اردو، طبقات اندلس وتذکرۃ الکرام تاریخ عرب الاسلام وغیرہ وغیرہ سے واسطے ادراک حال اور سیاق کلام کے گزارش کرتا ہے،،۔ (ص : ۲۳)

مآخذ کے اس مرعوب کن تذکرہ کے باوجود تاریخ نویسی کا انداز داستانی ہے۔

سپین کا رخ کرنے سے قبل نواب محمد علی خان کی زیادہ توجہ یورپ کے ممالک پر مرکوز رھی لیکن ان ممالک کی طرف جاتے آتے انھیں اسپین کے ساحلی مقامات کے مناظر دعوت نظارہ دیتے اور

طبقات اندلس کا مطالعہ بھی اس خطے کی سیر پر اکساتا ۔ خصوصاً قرطبہ کی جامع مسجد کی زیارت کا شوق دل میں انگڑائیاں لیتا ، اس لئے انھیں جونہی موقع ملا وہ سپین کی سیاحت پر نکل کھڑے ہوئے ۔ صاحب سفرنامہ مسجد قرطبہ کو اپنے سفر سپین کی غایت اصلی اور مقصود کلی قرار دیتے ھیں ۔ (ص: ۱۲۶)

نواب محمد عمر علی خان نے جامع مسجد کو کیسا پایا ؟ اس سلسلے میں ,,سن لیا جو کچھ سنا اب چشم دیدہ دیکھئے ،، کے عنوان کے تحت انھوں نے یوں لکھا ہے :

,,مسجد جو اب بطور کنیسہ کے ہے بھی اس دنیا کے عجائبات سے ہے۔ اس کو عبدالرحمن نے کہ جس کو قرطبہ میں سکنۃ عبدالرحمن کہتے ھیں اپنے عہد خلافت میں بنایا تھا اور ترمیم اس کی بعض خلفا کے وقت میں بھی ہوئی طول اس کا سات سو چالیس قدم ہے اور عرض اس کا چار سو چالیس قدم ہے اور ستون آٹھ سو پچاس اور کنیسہ کے ستون ڈیڑھ سو جملہ ایک ہزار ہوئے ۔ طول کی محرابیں چالیس اور عرض کی بیس ۔ ہر ہر دو ستونوں پر محراب واقع ہے جو طرف مسجد کوقائم رکھتی ہے۔ بیچ میں کنیسہ بنایا ہے ۔ مسجد میں داخل ہونے کے دس دروازے ھیں ۔ دو بڑے خارج مسجد حرم کے اور آٹھ چھوٹے بنا مسجد کے ایک چبوترے پر واقع ہے جو زمین سے قریب دو ہاتھ کے یا کم و بیش نشیب و فراز کے واقع ہوا ہے۔ چاروں طرف کی دیوار بہت بلند ہے اور باہر کی طرف محرابیں دیوار میں بنائی ھیں اور چاروں طرف سڑک ہے شاید دریا کی طرف عبدالرحمن کے محل سے کسی زمانہ میں ملحق تھا ۔ اس لئے کہ وہ اپنی مسجد کے خلوہ میں جو بطور تسبیح خانہ کے بنایا تھا آیا جایا کرتا تھا ۔ اب ٹوٹ کر محل علیحدہ اور مسجد علیحدہ ہو گئی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے محل کے گوشہ سکنۃ میں وقت فتح کا یادگار بنایا ہے جس کا مخمصہ جرنیل فاتح ہے جس کا نقشہ درج کتاب ھذا ہے۔ الغرض حرم مسجد کے دو قطعہ ھیں پہلے بطور کافی دیوار میں دو دروازے عالیشان ھیں جو بلند دروازہ ہے سیدھی جانب کو مینارہ غالیشان اذان کا کئی منزلہ ہے اب اوپر کی گمزی میں چار گھنٹے آویزاں ھیں اندر صحن وسیع میں نارنگیوں کا باغ ہے اوس میں فوارہ جاری ہے تین خلوہ ھیں اور اوسمیں اندر پہلو بنائی ھیں اس صفائی سے کہ عقل کام نہیں کرتی اور اسیطرح کا کچھ کام محراب میں ہے " ۔ (ص : ۱۳۹ ۔ ۱۳۰)

اس اقتباس سے مصنف کی زبان اور انداز بیان کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ نواب محمد عمر علی خان نے کتاب کے آخر میں اپنی سیاحتوں کی روداد پر مشتمل تصانیف کی تفصیل لکھی ہے، ہندی، فرانسیسی ، اسپانوی، انگلش اور عربی کے روز مرہ الفاظ کے مترادفات کی فہرست درج کی ہے اور ایک نظم میں مسلمانوں کے عہد میں ھسپانیہ کی ھمہ جہتی ترقی کا ذکر کرنے کے ساتھ مسلمانوں کے زوال پر رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔

(۲) سفرنامہ اندلس

میر دبیر قاضی ولی محمد سیکرٹری روبکاری خاص فرمانروائے ریاست بھوپال وسیکرٹری اسٹیٹ کونسل دار الاقبال بھوپال نے ۱۹۲۳ء میں ,,سفرنامہ اندلس " تصنیف کیا جو جولائی ۱۹۲۷ء میں نامی پریس لکھنئو میں طبع ھوا ۔ یہ سفرنامہ نایاب ہے۔ راقم الحروف نے طالب علمی کے زمانے میں اس کا ایک نسخہ اسلامیہ ھائی سکول مری روڈ راولپنڈی کی لائبریری میں دیکھا تھا اور بعض مقامات سے اقتباسات بھی نقل کئے تھے جو دستبرد زمانہ کی نذر ھو گئے ۔ اب

مذکورہ سکول کی لائبریری میں جاکر اس نسخہ کو دیکھنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا ۔ بعد از تلاش بسیار اس کا ایک نسخہ لاہور کی ایک لائبریری سے دستیاب ہوا ۔ جس کی مدد سے یہ تعارفی نوٹ لکھا جا رہا ہے ۔

قاضی ولی محمد کو مسلم تاریخ سے خاصی دلچسپی تھی ، انھوں نے اندلس، مغرب اقصی، مصر ، خلفائے دمشق کی تاریخ پر کتابیں لکھیں ۔ ان کتابوں کے لئے ضروری لوازمہ فراہم کرنے کے لئے انھوں نے سیر وسیاحت کا شغل اختیار کیا ۔ ,,سفرنامہ اندلس،، بھی دراصل تاریخ اندلس کی تیاری کے سلسلے کی ایک کڑی تھی ۔ وہ اپنے اس سفرنامہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ھیں :

,,میں نے ۱۹۲۳ء کا سفر یورپ محض اندلس کی صحرا نوردی کے لئے کیا تھا ۔ اور حتی الامکان جزیرہ نما کے ایک بڑے حصہ میں پھر کر اپنی تاریخ اندلس کے لئے تھوڑی بہت معلومات بہم پہونچائی ۔ تیسرے سفر یورپ میں جنوبی فرانس اطالیہ و سوئٹزرلینڈ کے بعض مقامات کو دیکھ سکا ۔ ان اوراق میں سیر وتماشہ ، گھوڑ دوڑ ، قمار خانہ، مجالس رقص و سرود کے واقعات کم دکھائی دیں گے ۔ تجارتی گرم بازاری اور ایجادات و اختراعات کی موشگافی میرے دائرہ تحقیق سے باھر ھیں ۔ سیاسی جدوجہد اور کشمکش حیات کی تنقید سے تو میں نے ستیاگرہ کر رکھا ہے ۔ یہ اوراق پریشاں ساماں دلکشی سے معرا ھیں ۔ تجارت کی گرم بازاری ، مجالس کی دلفریبی ، رقص و سرود کی بزم آرائیاں دیکھنا مقصود ھو تو فرانس و لندن کے سفرنامہ کو دیکھو ۔ اندلس میں راقم الحروف نے سب سے جداگانہ راستہ اختیار کیا ہے جو بجائے تھیٹر ، باغات ، محلات ، بازارات میلہ مناظر تفریح کے ھمیشہ پورا نے کھنڈروں کی طرف جا نکلا ہے ۔ ھر شہر کے شکستہ وریختہ آثار اسلامی کا ھلکا سا نقشہ ناظرین کے سامنے پیش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے کی کوشش کی ہے ۔ بعض مشہور سلاطین کے شجرہ کہیں کہیں لکھدیے گئے ہیں ۔ ہر شہر کے غیر اسلامی دلچسپ مقامات کے نام بھی درج کر دیئے ہیں تاکہ اگر کوئی سیاح ادھر جا نکلے تو ان کی سیر بھی کر سکے ۔ اندیشہ ہے کہ یہ ملغوبہ نفاست پسند طبائع کو کہیں ناپسند نہو ۔ لیکن حقیقتاً یہ اجزا صرف ان بزرگان قوم کے لئے لکھے گئے ہیں جن کے دل مسلمانان اندلس کے غم میں کبھی کبھی سوگوار ہو جاتے ہیں اور جن کا زخم جگر مسلمانوں کی داستان خونچکاں سنکر لہو دینے لگتا ہے۔ وہی اس قصہ پارینہ کو دیکھیں گے اور ان کی ذات سے توقع ہے کہ ترتیب کتاب میں جو جدت اختیار کی گئی ہے وہ غالباً ناپسند نہ کریں گے ۔ بقول صائب :

ہر سرے دارد درین بازار سودائے دگر
ہر کسے بندد بہ آئین دگر دستار را

ان اجزا میں ھسپانیہ کے تجارتی ، تمدنی ، سیاسی حالات نہ ملیں گے ۔ کیونکہ میں نے یہ سفر محض ,,تاریخ اندلس،، کے لئے جس کی ترتیب میں ۴ ۔ ۵ سال سے مصروف ہوں کیا تھا ۔ اور جہاں کہیں گیا اسی ایک خیال ایک جستجو ایک تلاش کو لے کر گیا ۔ اس لئے اس کتاب میں بجز مرثیہ قومی کے اور کچھ نہ دکھائی دے گا ۔ دلچسپ مقامات کی سیر کے لئے کافی فرصت اور اطمینان کی ضرورت تھی ۔ ایک ملازم پیشہ غریب الدیار ناواقف سیاح چار ماہ کی قلیل مدت میں اس سے زائد اور کیا کر سکتا تھا ۔

گلشن میں پھروں کہ سیر صحرا دیکھوں
یا معدن [و] کوہ و دشت [و] دریا دیکھوں
ہر جا تری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے
حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں ،،

(ص : ۳،۲)

مستنصر حسین تارڑ نے قاضی صاحب کا تعارف کراتے ہوئے بجا طور پر لکھا ہے کہ وہ بڑے نازک مزاج، نفاست پسند بزرگ تھے ، سرکار برطانیہ کے مدح خواں اور دعاگو ، ان کا انداز بیان بہت شگفتہ ہے ، قدم قدم پر تاریخی معلومات ان کا ساتھ دیتی ہیں ، ان کے سفرنامے میں ہسپانیہ کے شہروں، دریاؤں ، مچھلیوں ، پھولوں، زراعت ، موسموں ، ریل ، گداگروں ، خانقاہوں اور قمارخانوں سے لے کر چوپایوں اور موذی جانوروں تک کا ذکر ملتا ہے ،، ۔ (اندلس میں اجنبی ، ص ۲۹)

قاضی ولی محمد صرف سیاح ہی نہیں مورخ اور ادیب بھی ہیں اس لئے ان کا سفرنامہ ان کی وسیع تاریخی معلومات اور ذوق ادب کا آئینہ دار ہے ۔ وہ مختلف مورخین کی تصانیف سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ موقع و محل کے مطابق اشعار کو بھی بروئے کار لاتے ہیں ۔ سپین کے اردو سفرناموں میں یہ پہلا سفرنامہ ہے ۔ جس میں مصنف نے علامہ اقبال اور مولانا حالی کے بعض اشعار بھی درج کئے ہیں ۔ مسلمانوں کی عظمت رفتہ کا نقش ان کے دل و دماغ پر ثبت ہے اور اس کے اظہار کا وہ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ۔ جب وہ مسلم آثار کا تعارف کراتے ہیں تو ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے جسے وہ پرشکوہ اسلوب بیان سے قاری پر بھی طاری کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ جامع قرطبہ کی زیارت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں :

,,جب مسجد کی میلی کائیدار دیوار دیکھی تو تعجب ہوا کہ اس مسجد کی تعریف میں المقری نے ایک کتاب کی کتاب کیوں لکھ ماری ۔ اس کی بھدی موٹی بدنما دیواروں سے تو جامع مسجد دھلی کی دیواریں ہزار درجہ شاندار و خوشنما ہیں ۔ اس خیال کو لے کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں چور دروازہ سے اندر داخل ہوا ۔ لیکن کہہ نہیں سکتا کہ اندر پہونچکر میری کیا حالت ہو گئی ۔ قلب ساکت ہو گیا ۔ دماغ بے حس ہو گیا ۔ آنکھیں پتھرا گئیں اور اگر ایک ستون کا سہارا نہ لئے ہوتا تو یقیناً لڑکھڑا گیا ہوتا ۔ آخر ایک دو منٹ بعد جب ہوش و حواس ٹھکانے ہوئے تو کہنے لگا کہ یہ سحر ہے یا دھوکہ ہے ۔ مسجد ہے یا طلسم ہے ۔ میں قرطبہ کے خانہ خدا میں ہوں یا الہ دین کے چراغ طلسمی کے اثر میں ہوں ۔ مصرع

آنچہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب

کا مصرع زمانہ طالبعلمی سے ازبر تھا لیکن اس کی صحیح تفسیر آج اس جامع اموی میں دیکھنے میں آئی ۔ اس کے نقش ونگار اس کے مصفےٰ ومجلےٰ ستون اس کی دو منزلہ محراب اسکا صدر دروازہ اس کی جالیدار کھڑکیاں اسکی منبت کاری و آرائش ، اسکی ضیاء نورانی ، اس کی نقش کوفی ، غرضیکہ ع

کرشمہ دامن دل میکشد جا اینہا (کذا) ست

ایک لق و دق مسقف میدان میں ہزارھا مصفے ستون کا باغ سامنے کھڑا تھا جس کی صفائی اور جلا خدا جانے کتنے متبرک ھاتھوں نے کی ہوگی ، ہر ستون بہت ھی سبک اور غالباً دھلی کے آھنی لاٹ پتھورا سے زیادہ موٹا نہوگا ۔ صفائی کا یہ عالم تھا کہ اپنا عکس ہر ستون میں دیکھ لو ۔ محراب پر سرخ و سفید پتھر کی ڈاٹ ہے ۔ تاج اور پایہ بیل بوٹہ سے آراستہ ھیں ۔ اجارہ معمولی ہے لیکن کارنس کا حاشیہ اسقدر دیدہ زیب ہے کہ دھلی کا دیوان خاص اسپر تصدق کر دیا جاوے تو اسکی مٹی ٹھکانے لگ جائے ۔ میں نے قبۃ الصخریٰ کے علاوہ اور کسی مسجد کی یہ آرائش نہیں دیکھی ۔ اگرچہ مقابلہ نازیبا ہے لیکن میری آنکھوں کے سامنے کلیسہ ھائے وینس وفلارنس کی

بھی وقعت نہیں ۔ ہندوستان درکنار مصر و شام وفلسطین وقسطنطنیہ کی جسقدر مساجد میں نے دیکھیں اتمیں سے کوئی بھی اسکی ٹکر کی نہیں ہے۔ قلعہ دھلی میں ,,باب العدل ,, نامی ایک مجلّی گولمبر کو میں عجوبہ روزگار سمجھے ہوئے تھا لیکن یہاں تو متعدد کھڑکیوں پر ویسے ھی مجلّٰے ومصفّٰے سنگ مرمر کی گولمبر لگے ہوئے ھیں جن میں سے انسان کا عکس آرپار صاف دکھائی دیتا ہے ۔ لیکن عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے جب مزور کلیسا ایک پرانی وضع کی مہتاب کافوری روشن کرکے منبر و محراب الحکم کو دکھلاتا ہے ۔ اللہ اللہ جن لوگوں نے یہ منبر بنایا وہ اگر ملیں تو میں ان کے ھاتھ چوموں ۔ کسقدر صناعی اور چابکدستی کیگئی ہے کہ زبان پر احسنت ومرحبا جاری ہے۔ یوں تو تمام ایوان گنگا جمنی کام سے جگمگا رھا ہے لیکن محراب امام واقعی مہبط اجلال معلوم ھوتی ہے اور منبر الحکم تو سرتاج معبد ہے۔ محراب شمع کی روشنی میں جواھر خانہ معلوم ھوتی تھی جس کی تڑپ آنکھوں کو چکا چوند کر رھی تھی ۔ کبھی کہتا تھا کہ پھول سب سے زیادہ آبدار ھیں لیکن حاشیہ دیکھ کر معاً رائے پلٹ جاتی تھی کہ پھول سے زیادہ منور تو حاشیہ ہے پھر خط کوفی کی جدول اپنی طرف متوجہ کرکے کہتی تھی کہ بہترین صنعت دیکھنا ہو تو مجھ کو دیکھو ۔ اجارہ لاجواب ، قلب لاثانی اور چھت بے نظیر ۔ غرضیکہ میں مبہوت تھا اور اسقدر کھویا ہوا تھا کہ مہتمم صاحب کی ثنا خوانی بھی نہ سن سکا ۔ خدا جانے وہ کیا کہہ رھے تھے ۔ میرا دل کہیں تھا ، دماغ کہیں تھا ۔ آنکھیں کہیں تھیں ۔ جسم بے حس و حرکت تھا اور غالباً مجھ میں اور بت میں اسوقت کوئی فرق نہ تھا ۔ آخر جب شمع گل ہو گئی تو یہ طلسمی اثر دور ہوا ,, ۔ (ص : ۸۰ ۔۸۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قاضی صاحب نے مسجد قرطبہ میں امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کے مصحف کی موجودگی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :

,,اسی متبرک مقام میں وہ کلام مجید رکھا ہوا تھا ۔ جس کی تلاوت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وقت شہادت کر رہے تھے اور جسپر آپ کے خون کے قطرے پڑے ہوئے تھے ۔ کلام مجید کے لئے عود کی مرصع رحل طیار کرائی گئی تھی ۔ چار نمازی آدمی اس کے اٹھانے پر مامور تھے اور ایک پہرہ حفاظت کے لئے مامور تھا ،، ۔ (ص : ۱۱۴)

اس اطلاع کی تصدیق کسی معتبر ذریعے سے نہیں ہو سکی ۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف مختلف دیار و امصار میں ارسال کئے تھے مختلف روایات کی رو سے ان کی تعداد سات تھی ان میں سے صرف تین مصحف محفوظ ہیں ۔ ایک تاشقند (روس) میں دوسرا استنبول (ترکی) اور تیسرا انڈیا آفس لائبریری (لندن) میں (خطبات بھاولپور، ص:۲٦) ممکن ہے کہ کوئی مصحف کسی طرح اندلس میں بھی پہنچا ہو لیکن تحقیقی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے ۔

مسجد قرطبہ میں جو عمارتی لکڑی استعمال کی گئی تھی اس کی پائیداری کے حوالے سے مصنف نے مسلمانوں کی صنعتی ترقی کی طرف یوں اشارہ کیا ہے :

مسجد میں جسقدر لکڑی لگی ہے وہ سب صحرائے قرطبہ سے جمع کی گئی تھی اور اسکو مصالحہ لگا کر اسقدر مضبوط و مستحکم کر دیا تھا کہ کامل بارہ صدیاں گذرنے پر بھی نہ کہیں گھن لگا ہے اور نہ کہیں خم آیا ہے البتہ بعض تختہ جو میرے زمانہ سیاحت میں المنصور کے حصہ کی طرف پڑے ہوئے تھے انکی لکڑی پھس پھسی ہو گئی تھی اور میں نے جسوقت ایک ٹکڑہ ہاتھ سے توڑا تو یہ

آسانی ٹوٹ گیا ـ ممکن ہے کہ یہ ٹکڑہ نصاری کے عہد کا ہو کیونکہ بعد اخراج مسلمانان اسکی بیشتر لکڑی نصارے نے نکالکر فروخت کر ڈالی تھی اور ستار سارنگی کے ڈھانچہ بنوائے گئے ـ (ص : ۱۱۳)

قاضی ولی محمد بعض اوقات تاریخی واقعات کا تحقیقی جائزہ بھی لیتے ھیں اور مدت دراز سے لوگوں میں پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش بھی کرتے ھیں ـ مثلاً ,,وادی برباط ,, کے زیر عنوان بیان کرتے ھیں کہ طارق اور لذریک (راڈرک) کے درمیان جو فیصلہ کن معرکہ ہوا تھا وہ جھیل لاجنڈا (البجیرہ) کے قریب رود برباط کے ساحل پر ہوا تھا نہ کہ وادی لد (لت) پر جیسا کہ بعض تاریخی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے ـ (ص : ۳۳) اس طرح انھوں نے قصر الحمرا کے ایوان بنی سراج کے بارے میں اس روایت کی تردید کی ہے کہ اس کے حوض میں جو چند دھبے سرخ رنگ کے دکھائی دیتے ھیں وہ بنی سراج کے ان تیس سرداروں کے خون کے باقی ماندہ دھبے ھیں جن کو ابو عبداللہ نے قتل کروا دیا تھا ـ (ص : ۲۳۱)

مسلمانوں کے تمدنی اثرات کا ذکر کرتے ہوئے قاضی ولی محمد اپنا مشاهده بیان کرتے ھیں ,, [یورپ کے دیگر ممالک کے باشندوں کے برعکس] اسپین میں البتہ مسلمانوں کے هشت صد سالہ اختلاط کے باعث مہمان نوازی کی عادت ابھی تک باقی ہے اور خواہ تم سے اسپینی نے بات چیت بھی نہ کی ہو لیکن جس وقت وہ اپنے کاغذی ڈبہ یا رومال سے ناشتہ کھو لیگا تو ضرور پوچھے گا کہ ماحضر تناول فرمائیے ـ جسکے جواب میں دوسرا جواب دے گا شکریہ آپ سیر ہوں,, (ص : ۱۰)

قاضی صاحب کا یہ بیان پڑھ کر علامہ اقبال کی مشہور نظم ,,مسجد قرطبہ ,, کا یہ شعر بے اختیار یاد آ جاتا ہے جس میں انھوں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سپین کے باشندوں پر عرب مسلمانوں کے خوش گوار تہذیبی ومجلسی اثرات کا ذکر کیا ہے :

جن کے لہو کے طفیل آج بھی ہیں اندلسی
خوش دل و گرم اختلاط سادہ و روشن جبیں

(کلیات اقبال اردو ، ص : ۳۹۰)

قاضل مصنف نے سپین کی معاشرتی زندگی پر مسلمانوں کے اثرات کے بارے میں ایک دلچسپ واقعہ یوں بیان کیا ہے :

,,اتفاق سے میں جمعرات کے دن بازار کانتی توسیان میں چکر لگا رہا تھا کہ ایک مجمع کے قریب سے گذر ہوا ۔ میرے رہبر نے بتلایا کہ یہ مجمع اسلامی عدل گستری کی تقلید میں اب تک زمانہ دراز سے چلا آ رہا ہے۔ اسلامی نام سنتے ہی میں فوراً رکا، دیکھا کہ سڑک کے ایک جانب پٹری کا ایک حصہ آھنی جنگلہ سے محصور کرکے اسمیں آھنی کرسیاں بچھالی گئی ہیں ۔ جن پر چند اصحاب متمکن ہیں ۔ معلوم ہوا کہ یہ لوگ پنچ ہیں اور مجلس کا نام ,,پنچایت آبیانہ،، ہے۔ آبیانہ کی محصول وشکایات وانتظامات کے متعلق یہ پنچایت ہر جمعرات کو منعقد ہوتی ہے کیونکہ عہد اسلام میں یہ مجلس پنجشنبہ ہی کو ہوتی تھی ۔ اور اسی رسم و رواج کے مطابق تمام کاروائی زبانی ہوتی ہے۔ فریقین اپنے اپنے عذرات بالمشافہ بیان کرتے ہیں جن کو سنکر پنچایت سے اسیوقت زبانی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ میرا پانی فلاں کاشتکار نے روک لیا ۔ کوئی کہتا ہے کہ مجھ پر محصول بہت زیادہ قائم کیا گیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ گرداور نے میرا قلابہ بند کر دیا ۔ پنچان عدالت اسی وقت زبانی تحقیقات کرکے فیصلہ سنا دیتے ہیں ۔ اگر کسی پر جرمانہ ہوا تو اسیوقت نقد جرمانہ داخل کرنا ہوتا ہے۔ جس کی کوئی رسید پنچایت سے نہیں دیجاتی ۔

اگر کسی فریق کو ھرجانہ دلایا جاتا ہے تو بلا اخذ رسید اسیوقت دلوا دیا جاتا ہے۔ غرضیکہ اسیوقت جملہ معاملات اس عجلت و آسانی سے طے ھو جاتے ھیں کہ دیگر متمدن و قانون دان ممالک میں ویسے ھی مقدمات ٦ ـ ٦ ماہ تک فیصل نہیں ھوتے ـ گو اسلامی حکومت ۱۲۳۰ء میں اٹھ گئی جبکہ آخر ماہ ستمبر میں القلعہ کی برج علی پر علم تثلیث نصب ھو گیا تھا ـ لیکن یہ اسلامی عدالت آجتک قائم ہے۔ ـ (ص ۱۹۸ ـ ۱۹۹)

,,سفرنامہ اندلس ،، میں صرف واقعات ومشاھدات ھی کا بیان نہیں ، مختلف مسلمان حکمران خاندانوں کے شجروں اور عمارتوں وغیرہ کی تصاویر اور مسکوکات کے نقشے بھی دیئے گئے ھیں۔

(۳) علامہ اقبال کا سفر اندلس

علامہ اقبال نے ۱۹۳۳ء میں سپین کا سفر کیا ـ انھوں نے اگرچہ کوئی باقاعدہ سفرنامہ نہیں لکھا لیکن ان کے خطوط، بیانات، تقاریر اور ملفوظات وغیرہ میں اس سفر کی تفصیل بکھری پڑی تھی جس کو ترتیب دے کر راقم الحروف نے ,,تیسری گول میز کانفرنس اور اقبال،، کے عنوان سے ایک مقالہ کی صورت میں ترتیب دیا ـ جو سہ ماھی مجلہ ,,اقبال ریویو،، لاھور، جولائی ـ اکتوبر ۱۹۷۷ء (ص : ۹۷ـ ۱۲۵) میں شائع ھوا تھا ـ اس مقالہ کے متعلقہ حصے کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

علامہ اقبال تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے روانہ ھوئے تو یہ ارادہ کر چکے تھے کہ کانفرنس سے فراغت پا کر سپین جائیں گے ـحسن اتفاق سے لندن میں انھیں سپین جاکر لیکچر دینے کی دعوت ملی چونکہ اس سفر کا ارادہ وہ پہلے ھی کر چکے تھے اس لئے انھوں نے بڑے شوق سے دعوت قبول کر لی ـ جنوری کے آغاز میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انھوں نے سپین کے لئے رخت سفر باندھا، ایک انگریز لڑکی بطور سیکرٹری ان کے ہمراہ تھی جسے اہل سپین نے غلطی سے ان کی صاحبزادی سمجھا ۔ اقبال کے کسی خط یا یادداشت سے ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ کس تاریخ کو وہاں پہنچے ۔ قیاس یہ ہے کہ وہ ۵ یا ٦ جنوری ۱۹۳۳ء کو میڈرڈ پہنچے ہوں گے ۔ میڈرڈ میں انھوں نے سپین کی بعض اہم شخصیتوں سے ملاقات کی جن میں وہاں کے وزیر تعلیم اور پروفیسر آسن (Asin Palacio's) شامل تھے ۔ پروفیسر آسن کو عرب تہذیب سے خاص دلچسپی تھی اور انھوں نے مشہور اطالوی شاعر دانتے کی کتاب ,,ڈیوائن کامیڈی ،، کے حوالے سے لکھی گئی کتاب "Islam and Divine Comedy" کی وجہ سے خاص شہرت حاصل کی تھی۔

اسی شام میڈرڈ یونیورسٹی کی فلسفہ و ادب کی فیکلٹی کے زیر اہتمام اور پروفیسر آسن کی زیر صدارت ایک علمی مجلس منعقد ہوئی جس میں اقبال کو بطور مہمان مقرر مدعو کیا گیا ۔ صدر مجلس نے علامہ اقبال کا پرجوش انداز میں خیر مقدم کیا اور اقبال کا تعارف کراتے ہوئے انھیں ہندوستان کا عظیم فلسفی، شاعر، سیاست دان اور ماہر قانون قرار دیا ۔ علامہ اقبال نے اس مجلس میں "Spain and the Intellectual World of Islam" ،، کے موضوع پر ایک پُر مغز خطبہ دیا جس میں انھوں نے مسلم سپین کے تمدن فلسفہ اور تصوف کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کی اور اہل سپین کو دعوت دی کہ وہ ہر قسم کے تعصبات اور غلط قسم کے پروپیگنڈے سے متأثر نہ ہوں اور براہ راست مسلم تہذیب اور تاریخ کا مطالعہ کریں ۔ علامہ اقبال کے خطبہ کو بہت سراہا گیا اور اگلے روز اس اجلاس کی روداد سپینی اخبارات خصوصاً EL—Debate میں شائع ہوئی ۔

میڈرڈ سے کوئی ۵۸ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک قصبہ اسکوریل (Escorial) نامی ہے جہاں شاہ فلپ دوم (۱۵۲۷ء ۔ ۱۵۹۸ء) کے زمانے

کی ایک محل نما خانقاہ ہے۔ جہاں اس بادشاہ نے زندگی کے آخری ایام گزارے تھے ۔ اس میں گرجا ۔ شاہی قبرستان اور ایک بڑی لائبریری بھی واقع ہے۔ لائبریری میں چالیس ہزار کے لگ بھگ نادر مطبوعات اور دو ہزار کے قریب عربی مخطوطات کا بیش قیمت ذخیرہ ہے جو دور احتساب کی تباہ کاریوں سے بچ گیا ہے۔ بعض عربی مخطوطات جانوروں کی کھالوں اور ہرن کی جھلیوں پر ہیں کتابوں کی جلدیں عمدہ چمڑے کی ہیں جن پر سونے کے پانی کا خوبصورت کام کیا گیا ہے۔ علامہ اقبال نے یہ لائبریری دیکھی اور اس کے بارے میں ایک موقع پر فرمایا :

,,اسکوریل لائبریری بڑی عظیم الشان لائبریری ہے۔ افسوس یہ ہے کہ عربوں کے زمانے کی قلمی تحریروں کا ذخیرہ متعصبین نے پہلے غارت کر دیا تھا ۔ اب تھوڑا ذخیرہ رہ گیا ہے جس میں زیادہ تر مولانا جامی اور حضرت حافظ کی قلمی تحریریں ہیں " ۔

اس کے بعد اقبال غرناطہ گئے اور غرناطہ میں قصر الحمراء کی سیر کی جس کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے اقبال نے ایک موقع پر کہا :

,,اندلس کی بعض عمارتوں میں بھی اسلامی فن تعمیر کی اس خاص کیفیت (قوت وہیبت) کی جھلک نظر آتی ہے لیکن جوں جوں قومی زندگی کے قویٰ شل ہوتے گئے تعمیرات کے اسلامی انداز میں ضعف آتا گیا ۔ وہاں کی تین عمارتوں میں مجھے ایک خاص فرق نظر آیا ۔ قصر زہرا دیووں کا کارنامہ معلوم ہوتا ہے ، مسجد قرطبہ مہذب دیووں کا مگر الحمرا محض مہذب انسانوں کا " ۔ پھر ایک تبسم کے ساتھ۔ ڈاکٹر صاحب نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا : ,, میں الحمراء کے ایوانوں میں جابجا گھومتا پھرا مگر جدھر نظر اٹھتی، دیوار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر ,,ھو الغالب ،، لکھا ھوا نظر آتا تھا ۔ میں نے دل میں کہا یہاں تو ہر طرف خدا غالب ہے ، کہیں انسان نظر آئے تو بات بھی ھو ،، ۔

غرناطہ میں انھیں یہ بتایا گیا کہ سپین کی نئی حکومت غرناطہ کو دنیائے اسلام کے لئے ایک قابل دید مسلم تہذیبی مرکز بنانا چاھتی ہے ۔

اس کے بعد اقبال نے قرطبہ کا رخ کیا جہاں انھوں نے جابجا مسلم آثار دیکھے اور خاص طور پر مسجد قرطبہ کی زیارت کی ۔ مسلم اندلس کے حکمرانوں کے جمالیاتی اور تعمیراتی ذوق کی آئینہ دار اس عظیم الشان مسجد سے اقبال بے حد متأثر ھوئے ۔ انھوں نے مسجد کے نگرانوں سے خاص اجازت لے کر مسجد میں اذان دی اور اس میں نماز ادا کی ۔ مسجد کو کلیسا کی صورت میں تبدیل کرنے کے کئی سو سال بعد علامہ اقبال پہلے خوش قسمت مسلمان تھے جنھوں نے یہاں نماز ادا کی ۔ علامہ اقبال نے اس مسجد سے جو اثر لیا وہ ان کی نظم ,,مسجد قرطبہ ،، سے عیاں ہے جو بجا طور پر ان کے فکر وفن کا شاھکار خیال کی جاتی ہے ۔ قرطبہ سے اقبال نے اپنے فرزند جاوید اقبال کو تصویری کارڈ بھی ارسال کئے اور انھیں لکھا ,,میں خدا کا شکر گزار ھوں کہ میں اس مسجد کے دیکھنے کے لئے زندہ رھا ۔ یہ مسجد تمام دنیا کی مساجد سے بہتر ہے ۔ خدا کرے تم جوان ھو کر اس عمارت کے انوار سے اپنی آنکھیں روشن کرو ،، ۔ مولانا غلام رسول مہر، مدیر انقلاب لاھور کے نام ایک خط میں لکھا ، ,,مرنے سے پہلے قرطبہ ضرور دیکھو،، ۔

لاھور واپس پہنچے تو انھوں نے ملاقات کے لئے آنے والوں سے مسجد قرطبہ کی شان و شوکت کا ذکر کرتے ھوئے کہا :

,,میری رائے میں آج تک اس سے زیادہ خوب صورت اور شان دار مسجد روئے زمین پر تعمیر نہیں ھوئی ۔ عیسائیوں نے بعد فتح قرطبہ

اس مسجد میں میں جابجا چھوٹے چھوٹے گرجے بنا دیئے تھے جنھیں اب صاف کرکے مسجد کو اصل حالت میں لانے کی تجویزیں کی جا رہی ھیں ـ میں نے ناظم آثار قدیمه کی معیت میں جا کر یه اجازت خاص اس مسجد میں نماز ادا کی ـ قرطبه پر عیسائیوں کے تسلط کے بعد جسے کم و بیش ساڑھے چار سو برس گزر چکے ھیں اس اسلامی عبادت گاہ میں یه پہلی اسلامی نماز تھی "۔

علامه اقبال تقریباً تین ھفتے کی سیاحت کے بعد ۲٦ جنوری ۱۹۳۳ء کو واپس لندن پہنچے اور وھاں سے ۱۰ فروری کو وینس کے ایک جہاز "کانٹے وردی" میں سوار ھو کر ھندوستان روانه ھو گئے ، ۲۲ فروری کو بمبئی پہنچے اور بمبئی میں اخبار "خلافت" کے نامه نگار نے اقبال سے ان کی سیاحت سپین کے بارے میں دریافت کیا تو اقبال نے کہا :

"مجھے لندن میں اسپین جاکر لیکچر دینے کی دعوت ملی تھی ـ اسلام کے اس مرکز کو دیکھنے کا مجھے پہلے ھی شوق تھا ـ اس لئے میں نے دعوت قبول کر لی ـ مجھے وھاں پہنچنے سے پہلے تقریر کے موضوع کا کوئی علم نه تھا ـ البته خواھش یه تھی که ایسا مضمون ھو جس پر تقریر کرتے ہوئے میں اسلامی ثقافت وتمدن اور اسلامی فلسفه پر کچھ کہه سکوں ـ وھاں پہنچنے پر پروفیسر آسن کو انتخاب مضمون کا اختیار دے دیا ـ اتفاق سے انھوں نے وھی مضمون تجویز کیا جس کا میں خود خواھش مند تھا ـ ، یعنی "سپین اور فلسفه اسلام" میرا لیکچر میڈرڈ کی جدید یونیورسٹی میں ایک گھنٹه جاری رھا، جس میں میں نے اسپین کے مسلمانوں کے تمدن فلسفه اور ان کی تہذیب و روحانیت کے مختلف پہلوؤں کی تشریح و تفسیر بیان کرتے ہوئے حاضرین سے اپیل کی که سنی سنائی باتوں پر یقین نه کریں، نه

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عیسائیوں کے غلط پروپیگنڈے سے متأثر ہوں بلکہ عربوں کی تاریخ کا مطالعہ کریں ،، ۔

,,میں نے موقع کو غنیمت سمجھ کر ملک کے متعدد مشہور تاریخی مقامات و آثار کا بہ نظر غائر معائنہ کیا ۔ میں اپنے تاثرات کا اظہار الفاظ میں نہیں کرسکتا ۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح یہودیوں کے لئے ارض موعودہ فلسطین ہے ، اسی طرح عربوں کے لئے غالباً اسپین کی سرزمین موعودہ ہے۔ اس قدر خوب صورت ، اس درجہ پر فضا اور ایسا آرام دہ ملک ۔

,,پروفیسر آسن عربی زبان کے پروفیسر اور بہت ہی خوش خلق و ملنسار آدمی ھیں ۔ ان کا ایک شاگرد قرطبہ کی قدیم یونیورسٹی کا پرنسپل ہے۔ اس یونیورسٹی میں عربی تعلیم پر بہت زیادہ زور دیا جا رہا ہے ،، ۔

ایک سوال کے جواب میں اقبال نے فرمایا :

,,اس وقت تو وھاں کوئی مسلمان نہیں ۔ لیکن تعلیم یافتہ طبقہ اب عربی النسل ہونے پر فخر کا اظہار کرنے لگا ہے اور ہر اچھی چیز کو ,,مورش،، کہہ دیتا ہے (یعنی اسلامی) ۔ ان میں اسلام کی طرف سے بغض و عناد کم ہوتا جا رہا ہے اور وہ اسلامی تہذیب و تمدن اور فلسفہ مذہب کا مطالعہ بڑے ذوق سے کرتے ھیں ۔ اسپین میں اکثریت رومن کیتھولک کی ہے لیکن مذھب روز بروز کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ گرجے آباد تو ھیں مگر ان میں غریب طبقہ جاتا ہے ۔ یہی حالت تقریباً ہر یورپین ملک کی ہے ،، ۔

عربوں کی عمارتوں کے متعلق علامہ نے فرمایا :

,,جن مسجدوں کو گرجاؤں میں تبدیل کر دیا گیا تھا وہ اب تک مسجدوں کی شکل میں نہیں آئیں ۔ البتہ چند مسجدیں واگذاشت ہو

گئی ہیں اور باقی کے متعلق امید ہے کہ تعصب وعناد کی کمی ہونے پر واگذاشت ہو جائیں گی ۔ محکمہ آثار قدیمہ نے عربوں کی عمارتیں کئی جگہ کھود کر نکالی ہیں ۔ کارڈوا (قرطبہ) میں کھدائی کا کام جاری ہے ۔ خلفا کے زمانے کی چند عمارتیں نکل آئی ہیں ۔ ان کے بعض حصوں میں ٹوٹی ہوئی تصویریں بھی نظر آتی ہیں " ۔

ایک سوال کے جواب میں علامہ نے فرمایا :

"عربوں کا تمدن اسپین سے بالکل فنا نہیں ہوا ہے ۔ چنانچہ شہر طلیطلہ عربی تمدن کی زندہ مثال ہے ۔ قدرتی مناظر وحسن کے علاوہ یہاں کی معاشرت بھی آرام دہ اور دل کش ہے ۔ وہاں پہنچ کر میں نے محسوس ہی نہیں کیا کہ اجنبی ملک میں ہوں ۔ یہاں کے بازار، مکانات بالکل مشرقی نمونہ کے ہیں اور غذا بھی وہی ہے جو ہم لوگوں کو مرغوب ہے ۔ چنانچہ پلاؤ کا مجھے وہی مزا آیا جو لاہور میں آتا ہے ۔ لوگ خلیق اور ملنسار ہیں ۔ ان کے رہنے سہنے کا طریقہ بھی مشرقی ہے ۔ یہاں ایک چھوٹی سی بالکل سادہ وضع کی مسجد ہے جو اپنی ابتدائی حالت میں اب تک قائم ہے ۔ غالباً کسی مسلمان سپاہی نے فتح طلیطلہ کے بعد اسے بنوایا تھا ۔ موجودہ حکومت نے اسے آثار قدیمہ میں لے کر محفوظ کر دیا ہے ۔ اسپین کی زبان میں اب تک عربی الفاظ بہت زیادہ استعمال ہوتے ہیں ۔ ال تو اکثر الفاظ میں ملا ہوتا ہے " ۔

حکومت کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا :

"جمہوریت سے تمام لوگ خوش ہیں ۔ معدودے چند ہوں گے جو شہنشاہیت پسند ہیں ۔ موجودہ حکومت کوشش کر رہی ہے کہ قدرتی وسائل اور انعام و اکرام سے استفادہ کرے ۔ چنانچہ کان کنی اور معدنیات کے متعلق اب تک جو معلومات بہم ہو سکی ہیں وہ سب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وھی ھیں جن کی تحقیقات عربوں نے کی تھی ۔ ان کاوشوں کا نفع موجودہ نسل اٹھانا چاھتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے آخر میں مشورہ دیا کہ ,,ضرورت ہے کہ یہاں سے دو چار ایسے تعلیم یافتہ طلبا اسپین بھیجے جائیں جو فلسفہ الٰہیات، عربی تمدن، اسلامی تاریخ اور مذھب سے اچھی طرح واقف ھوں تاکہ وہ اسلام کا صحیح نمونہ اھل ھسپانیہ کو پیش کر سکیں '' ۔

۲٦ فروری ۱۹۳۳ء کو اقبال نے سفر یورپ اور سیاحت اندلس کے تاثرات بیان کرتے ھوئے کہا :

,,یورپ کے مختلف ممالک میں پھرنے اور موجودہ زمانے کی اخلاقی ابتری دیکھنے کے بعد میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ھوں کہ اسلام کو بحیثیت دین قبولیت پانے کا یہ بہترین وقت ہے۔ آج لاکھوں ھی نہیں بلکہ کروڑوں یورپ کے مرد اور عورتیں اسلام اور اس کے کلچر کی تعلیمات سمجھنے کے خواھاں ھیں ۔ نوجوان مسلم جس قدر جلد اس حقیقت کو سمجھ لیں اتنا ھی اچھا ہے۔ یورپ کے مسلمان اب اس حقیقت کو سمجھتے ھیں ۔ وہ آئندہ اگست میں جنیوا میں ایک کانفرنس منعقد کر رھے ھیں جس کے اغراض و مقاصد محض معاشرت اور کلچر تک ھی محدود ھوں گے ۔ مجھے امید ہے کہ ایشیا اور افریقہ کے مسلمان کانفرنس کو کامیاب بنانے میں دلی تعاون پیش کریں گے '' ۔

,,میں نے قرطبہ ، غرناطہ، اشبیلیہ ، طلیطلہ اور میڈرڈ کی سیاحت کی اور قرطبہ کی تاریخی مسجد اور غرناطہ کے قصر الحمراء کے علاوہ میں نے مدینۃ الزھرا کے کھنڈر بھی دیکھے ۔ یہ مشہور عالم قصر عبدالرحمن اول نے اپنی چہیتی بیوی زھرا کے لئے ایک پہاڑ پر تعمیر کرایا تھا ۔ آج کل یہاں کھدائی کا کام جاری ہے۔ بارھویں

صدی عیسوی میں ایک مسلمان موجد نے سب سے پہلے اس جگہ پر ایک ہوائی جہاز کا مظاہرہ کیا تھا ۔ وہاں پر منجملہ اور لوگوں کے وزیر تعلیم ہسپانیہ سے بھی ملاقات ہوئی ۔۔ یہ صاحب ہسپانیہ کی موجودہ روایات کے خلاف بہت خلیق اور روشن خیال ہیں ۔ ان کے علاوہ ,,ڈوائن کومیڈی اینڈ اسلام ،، (Divine Comedy and Islam) کے شہرہ آفاق مصنف پروفیسر آسن سے بھی ملنے کا اتفاق ہوا ۔ وزیر تعلیم کی زیر صدارت غرناطہ کی یونیورسٹی میں شعبہ عربیہ میں کافی توسیع ہو رہی ہے۔ اس شعبہ کا صدر پروفیسر آسن کا ایک شاگرد ہے۔ جنوبی اسپین میں رہنے والے اپنے موروی الاصل ہونے اور اسلامی تہذیب کی عظیم الشان یادگاروں کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھتے ہیں ۔ اب پھر ملک میں بیداری کی ایک لہر دوڑ رہی ہے اور تعلیم کی ترقی کے ساتھ اسے اور بھی فروغ حاصل ہوگا ۔ لوتھر کی اصلاحی تحریک ابھی تک ختم نہیں ہوئی بلکہ یورپ کے مختلف ممالک میں اب بھی یہ تحریک بہت خاموشی سے اپنا کام کر رہی ہے اور بالخصوص ہسپانیہ میں پادریوں کا اثر آہستہ آہستہ کم ہو رہا ہے ،، ۔

بمبئی سے علامہ اقبال فرنٹیئر میل پر سوار ہوکر لاہور پہنچے جہاں معززین لاہور اور اقبال کے احباب نے ان کا پرجوش استقبال کیا ۔

علامہ اقبال کی تین ہفتے کی یہ سیاحت اندلس اس اعتبار سے بہت اہمیت رکھتی ہے کہ اس نے انہیں ایک نئے تخلیقی جوش سے سرشار کیا جس کا مؤثر اظہار ان کی متعدد نظموں کی صورت میں ہوا ۔ اقبال کی ان تخلیقات سے برصغیر کے مسلمانوں میں اپنی گزشتہ عظمت کا احساس، دور غلامی میں زبوں حالی کا شعور اور روشن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مستقبل کے لئے جدوجہد کرنے کا عزم وحوصلہ پیدا ہوا ۔ خصوصاً ,,مسجد قرطبہ،، پر اقبال کی شاہکار نظم نے لوگوں کے دل و دماغ کو جس طرح متأثر کیا اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ اس نظم میں اقبال نے اسلامی تہذیب کی خصوصیات اور اس کے اندلس پر اثرات کی وضاحت کے لئے نہایت دلکش اور موثر پیرایہ بیان اختیار کیا ہے۔ نظم کے بہت سے الفاظ، تراکیب لفظی، مصاریع اور اشعار مسلمان اہل قلم کے لئے اظہار کے خوبصورت سانچوں کی صورت اختیار کرگئے ہیں، اقبال کے بعد برصغیر کے کسی مسلمان سیاح اندلس کا سفرنامہ اٹھا کر دیکھیں اس پر کسی نہ کسی طرح اقبال کے عمومی اور ان کی نظم ,,مسجد قرطبہ،، کے خصوصی اثرات نمایاں دکھائی دیں گے ۔

(۴) اندلس میں اجنبی

مستنصر حسین تارڑ کا یہ سفرنامہ سپین ستمبر ۱۹۷۶ء میں التحریر لاہور سے پہلی بار شائع ہوا ۔ ۳۵۰ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں مصنف نے تورز، سان سبستیان، قشتالیہ ، ثوریا، مدینہ سالم، مجریط (میڈرڈ)، قرطبہ، اشبیلیہ، قرمونہ ، غرناطہ اور مرسیہ وغیرہ کی سیاحت کی روداد بیان کی ہے۔ فاضل مصنف کی خواہش تھی کہ انھوں نے جہاں یورپ کے بہت سے علاقوں کی سیاحت کی ہے وہاں مسلمان ہونے کے ناطے اندلس کی سیر بھی کریں ۔ یہی وجہ ہے کہ سیاحت یورپ کے دوران بھی اندلس کی یاد ان کے دل میں چٹکیاں لیتی رہتی تھی ۔ مصنف کے لئے اندلس کوئی اجنبی ملک نہیں ، ایک طرح سے ان کا اپنا وطن ہے۔ ان کے اشتیاق کی شدت کا اندازہ ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے جو انھوں نے فرانس سے سپین کی طرف ریل گاڑی میں سفر کرتے ہوئے اپنے آپ سے مخاطب ہوکر کہے ۔

,,ھسپانوی جو ھر مسلمان کو مور کہتے ھیں ... غرناطہ سے جلا وطن ھونے کے ۴۷۷ برس بعد ... ایک پاکستانی مور کی واپسی ... اپنے وطن کی طرف ،، ۔ (ص : ۱۵) پھر جب تورز کا سٹیشن آیا تو مصنف کو ۷۳۲ء کے موسم بہار کے وہ دن یاد آئے جب اندلس کے اموی گورنر عبدالرحمن الغافقی نے یورپ کے شہروں کی مسلسل فتوحات کے بعد تورز کے میدان جنگ میں یورپ کی متحدہ افواج کا مقابلہ کیا لیکن بعض وجوہ سے ناکام رہا ۔ عیسائی مورخ لکھتے ھیں کہ اگر تورز میں عیسائیوں کو شکست ھو جاتی تو پورا یورپ مسلمانوں کے زیر اقتدار آ جاتا (ص : ۱۷) ۔

مستنصر حسین تارڑ کے سفرناموں پر عموماً داستانی رنگ غالب رہتا ہے ۔ یہی کیفیت ,,اندلس میں اجنبی ،، کی ہے ۔ اس میں ماڈرن ٹورسٹوں کی طرح آوارہ خرامی کے تذکرے ھیں، دوشیزاؤں کے قصے ھیں، میلوں ٹھیلوں کا تذکرہ ہے ۔ علاوہ ازیں عام آبادی کے احوال بھی مصنف کی نگاہ کی زد میں رہتے ھیں، لوگوں کی معاشی، معاشرتی اور مذھبی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا قریب سے مشاھدہ بھی تارڑ کا مطمح نظر ہے ، میلوں ٹھیلوں سے دلچسپی کا اندازہ اس سے کریں کہ تارڑ نے کتاب کے ۲۲ صفحات پر مشتمل تین ابواب ,, بے تورو ،، ، ,,تپتی دوپہر میں موت،، اور گرم شام کی خوشبو،، میں بُل فائٹنگ کا ذکر کیا ہے ۔ تاھم وہ قصے کہانی کے علاوہ کہیں کہیں تاریخی حقائق بھی سامنے لاتے ھیں ۔ اور اس سلسلے میں مشرقی اور مغربی مصنفین پر یکساں انحصار کرتے ھیں ۔ قاضی ولی محمد کا ,,سفرنامہ اندلس،، بھی ان کے پیش نظر ہے ۔ علاوہ ازیں انھوں نے سید امیر علی، گبن، ھتّی، فریڈرک برگیبور ایسے مورخین اور انتونیو مچادو، ابن زیدون، خلیل جبران، ابن حسان، ابن گیبرول ایسے شعرا کے حوالے بھی سفرنامہ کی زینت بنائے ھیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تارڑ نے مسلمانوں کی فتوحات کے علاوہ ان کی تہذیبی اور علمی سرگرمیوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ انھوں نے شہروں کی آبادی اور تعمیر میں مسلمانوں کے حسن ذوق اور ان کی رفاعی سرگرمیوں کا تذکرہ بھی کیا۔ جب وہ سخت گرمی کے موسم میں ایک ٹیکسی میں پامپلونا سے قشتالیہ کی طرف سفر کر رہے تھے تو اثنائے راہ میں ٹیکسی ڈرائیور کو پیاس لگی۔ اردگرد پانی کے آثار نہیں تھے لیکن ایک پادری نے اسے پرانے قبرستان میں واقع ایک کنویں کا پتہ دیا جہاں سے جی بھر کر پانی پیا۔ یہ اور اس طرح کے بہت سے کنویں مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں جابجا بنوائے تھے جن میں سے اکثر نیست و نابود ہو چکے ہیں۔ تارڑ نے ٹیکسی ڈرائیور کے بیان کو یوں نقل کیا ہے۔ ,,سینکڑوں برس پیشتر اس علاقے پر بڑی بڑی پگڑیوں والے وحشی مور حکمران تھے۔ انھوں نے مسافروں کی سہولت کے لئے تمام بڑی شاہراہوں کے کنارے ہر چند کوس کے فاصلے پر کارواں سرائیں اور کنویں بنوائے۔ مجھے اس پادری نے بتایا تھا "۔
(ص : ۸۰)

مرسیہ کے بارے میں مصنف نے لکھا ہے ,,مرسیہ فلسفہ وحدت الوجود کے عظیم استاد محمد ابن عربی کا مولد ہے۔ جن کی تصنیف ,,فتوحات مکیہ" کو دانتے کی ,,ڈیوائن کامیڈی" کا مآخذ کہا جاتا ہے اگرچہ دانتے ابن عربی کی وفات کے پچیس برس بعد فلارنس میں پیدا ہوا لیکن اس کا استاد برونت ابن عربی کا ہم عصر تھا۔ برونت فتوحات مکیہ سے اتنا متاثر ہوا کہ پوری کتاب ترجمہ کرکے دانتے کے ذہن نشین کروا دی "۔ (ص : ۳۳۵)۔

قرطبہ کے بارے میں تارڑ رقمطراز ہیں ,,قدیم قرطبہ میں وہ کونسی کشش تھی جس کا طلسم آج بھی ان گلیوں میں خاموشی سے رواں ہے۔ فلپ ہٹی نے اسے بغداد اور قسطنطنیہ کے ہمراہ دنیا کے تین

روشن ترین شہروں میں شمار کیا ہے۔ دس لاکھ سے زائد آبادی کے اس شہر میں ایک لاکھ تیرہ ہزار مکان اور حویلیاں، تین سو عالی شان حمام اور ستر سرکاری لائبریریاں تھیں جہاں تین ہزار خواتین قلمی نسخوں کی کتابت پر مامور تھیں ۔ میل ها میل تک پختہ سڑکوں کا ایک سلسلہ تھا اور ہر مکان کے دروازے پر ایک لالٹین نصب تھی .... (ص : ۱۳۵، ۱۳٦) ۔

مصنف نے قرطبہ میں مسجد قرطبہ اور مدینة الزہرا وغیرہ تاریخی آثار کی شان و شوکت کا تذکرہ بھی کیا ہے اور وہاں ان کی موجودہ خستہ حالت کی طرف بھی بلیغ اشارے کئے ہیں ۔ مثلاً مسجد قرطبہ کی خستہ حالت کا ذکر یوں کرتے ہیں ، ,,میں نے ایک دراڑ کی مٹی کریدی تو دو تین اینٹیں بھر بھرے پلستر کی بارہ سو سالہ رفاقت سے جدا ہوکر میرے قدموں میں کرگئیں۔ مجھے خیال آیا شاید انہی تین اینٹوں کو امیر عبدالرحمن نے خود دیوار پر جمایا ہو ۔ (ص : ۱٦۵) مدینة الزہرا کے آثار کے بارے میں لکھتے ہیں ,,اور آج ایک ہزار برس بعد اس عجوبہ روزگار محل کے کھنڈر اتنی وقعت بھی نہ رکھتے تھے کہ ایک پاکستانی سیاح انہیں دیکھنے کے لئے قرطبہ میں صرف ایک روز اور ٹھہر جانے کی تکلیف گوارہ کرتا ،، ۔ (ص : ۲۰۳) ۔

مصنف نے بعض جگہوں پر عیسائی مصنفین کی غلط بیانیوں پر بھی تنقیدی نظر ڈالی ہے مثلاً برگپور نے الحمراء پر اپنی تصنیف میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ الحمراء دراصل مسلمانوں کا نہیں بلکہ غرناطہ کے یہودی وزیر اعظم یوسف کا تعمیر کردہ ہے یا یہ کہ محل کا اصل بانی الاحمر نہیں ، عبداللہ نامی کوئی شخص تھا مگر بعد میں یوسف کے ہاتھوں دو بارہ تعمیر ہوا ۔

تارڑ نے ان دعوؤں کی مدلل تردید کی ہے۔ (ص : ۲۷۱ ۔ ۲۷۲) ۔

فاضل مصنف کو سپین کی روز مرہ بول چال کے ضروری الفاظ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جملوں سے واقفیت ہے اور وہ موقعہ کی مناسبت سے ان سے کام لیتے ھیں ۔ چونکہ مصنف کی آتش شوق کو بھڑکانے میں کلام اقبال کے اثرات بھی کارفرما ھیں اس لئے سفرنامہ کے صفحات میں جابجا اقبال کی مخصوص تراکیب لفظی کے نگینے جڑے ذکھائی دیتے ھیں مثلاً مسجد قرطبہ کا منظر یوں پیش کرتے ھیں ,,میرے گرد کا خلا بنفشی ارغوانی سنگ مرمر کے نازک ستونوں کے ایک جنگل میں بدلنے لگا ۔ شام کے صحراؤں میں ایک ھجوم نخیل ،، (ص : ۱۵۳) میں ایک بھٹکے ہوئے آھو کی طرح حیران کھڑا تھا ۔ سوئے حرم کو کیا میں خود حرم میں تھا (ص : ۱۵۵) کتاب میں اشخاص وغیرہ کے اسماء کے اندراج میں فاش غلطیاں نظر آتی ھیں جیسے القفطی کو القضتی (ص: ۱۳۳) ، الزھراوی کو الظاھروی (ص : ۱۳۵) یہی نہیں ص : ۱۳۵ پر اور بھی بعض نام غلط لکھے گئے ھیں ۔

(۵) آج بھی اس دیس میں

محمد حمزہ فاروقی کا یہ سفرنامہ سپین مکتبہ اسلوب کراچی نے ۱۹۸۲ء میں شائع کیا ہے ۔ وہ اس سے قبل سرزمین شام کی سیاحت کی روداد بھی تصنیف کر چکے تھے، علاوہ ازیں ان کے قلم سے علامہ اقبال کے دوسرے سفر انگلستان کی تفصیل ,,سفرنامہ اقبال،، کے نام سے ۱۹۷۳ء میں شائع ھو چکی ہے ۔

محمد حمزہ فاروقی کی سیاحت سپین کا محرک علامہ اقبال کا سفر اندلس ھی ہے اور ان کی کتاب کا عنوان بھی اقبال ھی کے ایک شعر سے مآخوذ ہے ، نظم ,,مسجد قرطبہ،، کا یہ شعر یوں ہے :

آج بھی اس دیس میں عام ہے چشم غزال
اور نگاھوں کے تیر آج بھی ھیں دلنشیں

بقول ڈاکٹر وحید قریشی بظاھر تو ان کا یہ سفر تاریخی عمارتون کی

سیر کا سفر ہے لیکن درحقیقت مسلمانوں کے باطن کی تلاش وجستجو پر مشتمل ہے۔ تاریخی عمارتوں کے پس منظر میں مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان اور اسپین کی دور حاضر کی زندگی میں ماضی کے نقوش کی بازیافت اس سفرنامے کا محور ہے "۔ (ص : ۱۰)

اس سفرنامے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مطالعہ و مشاھدہ دونوں کارفرما ھیں، سیاحت اور تاریخ دونوں ساتھ ساتھ موجود ھیں، مصنف نے سفرنامہ میں حقائق بیان کرنے کو ترجیح دی ہے انھوں نے دلچسپی پیدا کرنے کے لئے فرضی معاشقوں اور افسانوں کا سہارا نہیں لیا، وہ ھر لمحہ اپنی توجہ مقصد سفر پر مرکوز رکھتے ھیں اور قاری کے دل و ذھن کو ادھر ادھر بھٹکنے نہیں دیتے، تقریباً دو ھفتوں پر مشتمل اس سیاحت کا آغاز ۱۱ فروری ۱۹۷۹ء کو لندن سے روانگی کی صورت میں ھوا اور ۲۷ فروری ۱۹۷۹ء کو اس کی تکمیل ھوئی اس دوران حمزہ فاروقی نے سپین کے شہروں میڈرڈ،اسکوریال، قرطبہ، اشبیلیہ اور غرناطہ وغیرہ کی سیر کی اور وھاں کے قابل دید مقامات کا نظارہ کیا۔

چونکہ حمزہ فاروقی علامہ اقبال سے گہری عقیدت رکھتے ھیں اور اس عقیدت نے انھیں اقبال کی پیروی میں سپین کی سیاحت پر آمادہ کیا اس لئے سفرنامہ میں جابجا کلام اقبال کے حوالے ملتے ھیں . اس کے علاوہ اس سفرنامہ میں سپین کے موجودہ باشندوں کے اطوار وعادات اور رھن سہن پر عرب اثرات کی عمدہ عکاسی کی گئی ہے۔ فاضل مصنف ھمیں بتاتے ھیں کہ "اسپینی اقوام دنیا بھر میں دو باتوں کے لئے مشہور ھیں Fiesta (مذھبی جشن) اور Siesta (قیلولہ) ۔ ایک سے تین بجے تک دنیا کا ھر کام سوائے آرام کے بند ھوتا ہے۔ اس معاملے میں اسپینیوں اور عربوں میں بڑی مشابہت ہے "۔(ص : ۲۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

,,قرطبہ پرانی طرز کا شہر ہے اس کی گلیاں تنگ اور ٹیڑھی تھیں یہ عرب اثرات کا نتیجہ ہے، گرمیوں میں جب سخت لو چل رہی ہو تو گردوپیش کے بلند مکانوں کی بنا پر گلیوں میں سایہ رہتا ہے۔ یہ طریقہ اب بھی مشرق وسطی کے پرانے شہروں میں رائج ہے۔ قرطبہ کے مکان باہر سے سادہ اور سپاٹ نظر آتے تھے لیکن دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی خوبصورت وضع کا صحن ، فوارہ اور چھوٹا سا باغ ہوتا ہے۔ صحن کے گرد رھائشی کمرے اور دیواروں پر خوبصورت نقش ونگار ہوتے ھیں۔ عربوں کے طرز تعمیر سے مشابہت دیکھ کر مجھے خوش گوار حیرت ہوئی ،،۔ (ص : ۳۰)

عربوں کے انخلا کے بعد اسپین کی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فاضل مصنف رقمطراز ھیں ,,سقوط غرناطہ کے بعد اس مذھبی رواداری کا خاتمہ ہوگیا جسےعربوں نے اپنے دور عروج میں رواج دیا تھا اور جسکےنتیجے میں مسلمان،عیسائی اور یہودی مل جلکر علمی اور تمدنی کارنامے انجام دیتے تھے۔ مذھبی رواداری ، علم دوستی اور فن پروری کے بجائے مذھبی تقشف، عدم رواداری ، تنگ نظری، جہالت اور تعصب نے جنم لیا، مقصود یہ تھا کہ اسپین کو مختلف مذاھب اور نسلوں سے پاک کرکے متحد قوم بنایا جائے (ص: ۲۲ ۔ ۲۳) اس کے بعد کتاب میں عیسائیوں کے نظام احتساب کے مظالم کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ لاتعداد مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنایا گیا اور مسلمانوں کے اخراج کے بعد معاشی سرگرمیاں دم توڑ گئیں اور اسپین یورپ کا پسماندہ ترین ملک بن گیا (ص : ۲۳)

محمد حمزہ فاروقی نے مسجد قرطبہ کے ساتھ عیسائیوں کے سلوک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مسجد کا پہلا تاثر بہت یاس انگیز تھا۔ ہر جگہ خستگی نمایاں تھی، گزشتہ صدیوں میں اسے

بری طرح نقصان پہنچایا گیا تھا ۔ کعبہ کی مخالف سمت کے دروازوں کو بہت بھونڈے انداز سے بند کیا گیا تھا ۔ امویوں نے روشنی اور تازہ ہوا کے لئے جو انتظام کیا تھا اسے دیواریں چن کر بدنما انداز سے بند کر دیا گیا (ص : ۳۸) ۔

صاحب سفرنامہ نے یہ دلچسپ انکشاف کیا ہے کہ مسجد قرطبہ کی جگہ کلیسا کی تعمیر کے لئے جن عیسائی معماروں سے کام لیا گیا ان کا دل مسلمان تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ ،، انھوں نے کلیسا کی دیواروں پر نقش گری کرتے ہوئے جابجا کلمہ طیبہ تحریر کر دیا ۔ جاھل اور متعصب حکمرانوں نے اسے بھی عربی وضع کے بیل بوٹے تصور کیا ،، ۔ (ص : ۳۹)

جنت العریف کا تذکرہ کرتے ہوئے فاضل مصنف لکھتے ھیں

،،ایک بلندمقام پر ھم نے وہ تالاب دیکھا جس میں مختلف چشموں کا پانی جمع ھوتا اور یہاں سے دیگر مقامات کو تقسیم ھوتا تھا ، یہاں دریائے ڈارو سے بھی پانی آتا تھا ۔ اول تو اس بلندی تک پانی پہنچانا دشوار تھا، دوسرے یہاں سے دیگر مقامات پر سلیقے سے پانی منتقل کرنا اور بھی دشوار تھا ۔ اس انتظام کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے ،، ۔ (ص: ۹۹)

لسان الدین خطیب ، الادریسی اور دیگر قدیم و جدید یورپی مصنفین مثلاً ولیم ھکلنگ پریسکوٹ، لیوپولد تورس بلباس، گوئٹین، واشنگٹن اورنگ وغیرہ کی تصانیف کے حوالے دئے گئے ھیں ، ابو عبداللہ کے اخراج کے بارے میں پریسکوٹ کا یہ دلچسپ بیان ملاحظہ ھو :

،،وہ دروازہ جہاں سے ابو عبداللہ آخری مرتبہ نکلا تھا اس کی درخواست پر چنوا دیا گیا تاکہ کوئی دوسرا یہاں سے نہ گزر سکے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس حالت میں یہ دروازہ غرناطہ کے آخری بادشاہ کے دردناک انجام کی یادگار بنا ہوا ہے ،، ۔ (ص : ۸۳)

غرناطہ کے جدید دور کے ایک شاعر فیڈریکو گارسیالورکا نے مسلمانوں کے زوال کے بعد عیسائیوں کے دور پر تبصرہ کرتے ہوئے جو کچھ کہا محمد حمزہ فاروقی اسے یوں نقل کرتے ہیں ۔ ،، یہ ایک تباہ کن اقدام تھا گو سکولوں میں اس کے برخلاف پڑھایا جاتا ہے ۔ ایک قابل تحسین تہذیب، شاعری، طرز تعمیر اور دنیا بھر میں منفرد حسن کو برباد کر دیا گیا تاکہ ایک غریب قوم کو ڈرا دھمکا کر بدترین متوسط طبقے کے لئے جیسا کہ آج کل اسپین میں موجود ہے اس وسیع خرابے میں جگہ پیدا کی جائے ،، ۔ (ص : ۸٦)

فیڈریکو کی یہ تلخ نوائی ۱۹۳٦ء میں اس کے قتل کا باعث بنی مصنف نے بتایا کہ عیسائی پادریوں کے تعصب کا یہ عالم ہے کہ ۱۹۷۸ء میں عیدالاضحی کے موقع پر مسجد کے ایک حصے میں مسلمانوں کو نماز عید ادا کرنے کی اجازت ملی تھی لیکن پادریوں کے اثر کی وجہ سے مسجد کا مسلمانوں کو واگزار ہونا ممکن نظر نہیں آتا ۔ (ص : ۳۰)

(٦) سفر مینا

معروف ادیب، افسانہ نگار اور ڈرامہ نگار اشفاق احمد کی یہ تصنیف ان کے سفرناموں ، افسانوں اور ایک ناولٹ کا مجموعہ ہے ۔ ،،سفر مینا ،، اپریل ۱۹۸۳ء میں لاهور سے شائع ہوئی ۔ مصنف کو اگرچہ سپین کے کئی شہروں کی سیاحت کا موقع ملا لیکن انہوں نے ،،عرش منور،، اور ،، ہے تورو ،، کے عنوانات کے تحت بالترتیب صرف قرطبہ اور غرناطہ کی روداد سفر لکھنے پر اکتفا کی ہے ۔ اس روداد سفر پر تاثراتی اور داستانی رنگ غالب ہے شاید یہی وجہ ہے کہ

مصنف نے سفرناموں کو اپنے افسانوں اور ناولٹ کے ساتھ یکجا کر دیا ہے ، اشفاق احمد نے میلوں ٹھیلوں کی رنگینیوں اور عام زندگی کی گہما گہمیوں کا تذکرہ بڑے دلچسپ انداز میں کیا ہے۔ کتاب میں کبھی تو بل فائٹ کی تفصیل سے قاری کو محظوظ کیا گیا ہے اور کبھی سپین کی دوشیزاؤں مثلاً ,, کوکلے تلنے والی ،، اور ,, ایزابیلا ،، کے ساتھ بات چیت کے ذریعے تاثرات سفر پیش کئے گئے ہیں۔ بہرحال مصنف کا مقصود نظر یہ ہے کہ سپین کے ماضی اور حال خصوصاً مسلمانوں کے زوال اور اس کے اثرات پر روشنی ڈالی جائے۔ اشفاق احمد کو یہ احساس ہے کہ قرطبہ ان کے اسلاف کا وطن تھا اور اس بنا پر ان کا اپنا وطن ہے اس کی فضا میں انہیں وہی اپنائیت نظر آتی ہے جو اپنے وطن میں محسوس ہوتی تھی اور یہی وہ تاریخی اور تہذیبی رشتہ ہے جو سیاح کو سپین میں لے آیا ہے :

,, قرطبہ کے سٹیشن سے پرے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے نہر کا ایک بنگلہ ہے۔ بنگلہ کے ساتھ نہر بہہ رہی ہے اس کے ساتھ قبرستان میں میرے بھائی اور دادا کی قبریں ہیں اور ان کے ساتھ اور بہت سے ایسے لوگوں کے مدفن ہیں جنھیں میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا جن سے میں بارہا ملا تھا یا جن کے متعلق میں نے اپنے والد اور اماں اور نانی سے بہت کچھ سن رکھا تھا۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے اور در در کی ٹھوکریں کھانے کے بعد آج بڑی مشکل سے اپنے گاؤں پہنچا تھا اور میرے اپنے گاؤں کے لوگ جنھوں نے ہمارے چلے جانے کے بعد ہماری ہر چیز پر قبضہ کر لیا تھا شک اور حیرت کی نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہے تھے جیسے مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہے ہوں، جیسے مجھے پہچان کر اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہے ہوں کہ نہیں یہ وہ نہیں ہو سکتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھلا اس میں وہ جرأت کہاں کہ ھماری سرزمین پر قدم رکھ سکے ھماری مملکت کی سرحدوں کو چھو سکے " ۔ (ص : ۴۷ ۔ ۴۸)

میرا پڑدادا شہر کا کوتوال رہا تھا ۔ میرا دادا قرطبہ کی دانش گاہ میں رومی قانون پڑھاتا تھا اور میرا باپ سلطانی بیطلر تھا ۔ بے چاری دادی سارا دن کھجوروں کا شیرہ تیار کرکے روغنی مرتبانوں میں بھر ا کرتی تھی اور اماں زیتون کا تیل بیچنے والی ان یہودنوں سے بھاؤ چکایا کرتیں جو بات بات پر لمبی لمبی قسمیں کھاتی تھیں اور مردنگ ایسے مرتبانوں پر لمبے سے ھاتھ رکھ کر یونہی بے معنی سی ہنسی ہنسے جاتیں ۔ (ص : ۵۰)

"سفر مینا " میں کہیں کہیں براہ راست تاریخی حقائق بھی بیان کئے گئے ھیں مثلاً " اس وقت قرطبہ دار الخلافہ ہونے کی وجہ سے اندلس کے سارے شہروں میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا ۔ آبادی کوئی دس لاکھ نفوس پر مشتمل تھی ۔ شہر میں اسی ہزار چار سو دکانیں، سات سو مسجدیں ، نو سو حمام اور ساڑھے چار ہزار گودام تھے ۔ یہ خوشحال اور متمدن شہر وادی الکبیر کے کنارے آباد تھا ۔ ساری سڑکیں پتھر کی تھیں اور گرمیوں میں ان پر خیمے تن جاتے تھے تاکہ آمدورفت میں آسانی رہے " ۔ (ص : ٦٢)

یہ مسلم سپین کا قرطبہ تھا اور آج کا سیاح تیز دھوپ میں تپتی سڑکوں پر چلتے ہوئے آرزو کرتا ہے کہ : " کاش ان سڑکوں پر کم از کم شہر کے اندرونی کونوں پر اب بھی کوئی تنبو تان دیا کرے تاکہ لوگوں کو چلنے پھرنے میں آسانی ہو " ۔ (ص : ٦٢)

اشفاق احمد نے مسلمانوں کی عظیم الشان عمارتوں کا ذکر بھی کیا ہے لیکن اس ذکر میں اظہار فخر کے ساتھ احساس الم بھی مضمر ہے کہ اب ان عمارتوں کی ترقی وتوسیع تو کجا مرمت کرنے والا

بھی کوئی نہیں ـ مسجد قرطبہ کو دیکھ کر اشفاق احمد کے دل پر جو اثر ہوا اس کا تذکرہ یوں کیا ہے :

,,میں نے ایک جھرجھری لی، شانے جھٹکے اور ایک منجھے ہوئے ٹورسٹ کی طرح اپنے آپ سے انگریزی میں کہا ,, تو یہ ہے مسلمانوں کا وہ عبادت کدہ جس کی تعمیر انھوں نے آٹھویں صدی میں شروع کی تھی اچھی خاصی عالی شان عمارت ہے ،، ـ مگر یہ فقرہ مجھے ٹھیک سے سہارا نہ دے سکا اور میں یہ دیکھ کر دکھی ہو گیا کہ اس عمارت کی اچھی طرح نگہداشت کیوں نہیں ہوتی ؟ اس کی شکست وریخت پر کوئی توجہ کیوں نہیں دیتا ـ سیڑھیاں کیوں ٹوٹ گئی ہیں ؟ کنگرے کیوں ڈھے گئے ہیں ؟ ڈاٹوں کے پتھر اندر کو کیوں پچک گئے ہیں ـ کرسی کے اوپر دیوار کو شورہ نچاٹ رہا ہے تو دنیا کے کسی عبدالرحمن کو خبر کیوں نہیں ہوتی ؟ (ص : ٦٣)

مصنف نے بتایا ہے کہ سپین کے موجودہ باشندوں کو مسلمانوں کے بارے میں صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ باہم لڑتے جھگڑتے رہتے تھے اور اسی بنا پر وہ مسلمانوں کو غیر مہذب سمجھتے ہیں ـ مصنف نے اس بات کو کوکلے تلنے والی ایک ہسپانوی لڑکی سے اپنی گفتگو کے ذریعے اس طرح واضح کیا ہے :

,,اس لڑکی کو جب معلوم ہوا کہ مصنف مسلمان ہے تو وہ سر کو جھٹکا دے کر کرخت آواز میں بولی ,, مور اور یہ لجاجت ،، میں نے پھر نظریں جھکا لیں اور جواب میں آہستہ سے کہا ,, ہم سبھی تو ایسے نہ تھے ـ آپس میں لڑتے تھے مگر رعایا پر تشدد تو نہ کرتے تھے ـ آپ امیر عبدالرحمن کو نہیں جانتیں انھوں نے اسی شہر میں ایک برج بنوایا تھا اور اپنے آبائی ملک سے کھجور کا پودا منگوا کر یہاں بویا تھا ـ برج کے بالائی کٹہرے پر کھڑے ہو کر وہ پودے کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پروان چڑھتے دیکھا کرتے ۔ اپنے وطن کی یاد میں شعر کہتے ۔ زریاب مغنی سے عود پر نغمے سنتے اور علم و ادب اور فنون لطیفہ کے پرستاروں کو منہ مانگی مرادیں دیتے ... " اس نے چڑ کر کہا " میں کسی کو نہیں جانتی مور سب کے سب قصائی تھے اور تو سانپ کا بچہ سنپولیا ہے ۔ (ص : ۵۹)

اشفاق احمد نے " بے تورو " کے عنوان کے تحت گو سپین کے ایک بل فائٹر کا قصہ سنایا ہے لیکن درحقیقت اس میں انھوں نے ان لوگوں کی خستہ حالت بیان کی ہے جو اپنے آپ کو اسلامی تاریخ کے آئینے میں دیکھ کر مسلمانوں کی طرح کوئی کارنامہ انجام دینے کی کوشش میں اپنا سب کچھ لٹا بیٹھتے ہیں ۔ اصل اور نقل میں یہی تو فرق ہے ۔

اشفاق احمد کی زبان اور بیان پر اقبال کا اثر صاف نظر آتا ہے ، مثلاً " اور یہ امید بار بار میرے دل میں آپ سے آپ ابھرتی رہی کہ ابھی مجھے دریائے کبیر کا چوڑا چکلہ پاٹ نظر آئے گا ابھی اس پر چابی دار محرابوں کا پل دکھائی دے گا اور ابھی مجھے وہ منار بلند وہ جلوہ گہ جبرئیل شفقت سے دیکھے گا جس کے قدموں میں مسجد قرطبہ اور اس کا صحن پھیلا ہوا تھا (ص : ۵۱) ایک جملہ ملاحظہ کیجئے " ... اگر دختر دھقان ہوتی تو گیت گاتی ہوئی چلتی"۔(ص۵۱)

(۷) ہسپانیہ میں علامہ اقبال کے نقش قدم پر

جیسا کہ قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے کہ علامہ اقبال کے سفر ہسپانیہ نے لوگوں کو اس خطے کی طرف متوجہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے ، اقبال کے بعد جس سیاح نے سپین کا رخ کیا اس نے اقبال سے تاثر ضرور لیا ، اس تاثر کا بھرپور اقرار و اظہار محمد حمزہ فاروقی کے علاوہ سعید اختر درانی کے ہاں ملتا ہے ۔ درانی نے تین

مرتبہ سپین کی سیاحت کی لیکن ان کی سیاحت کا تذکرہ کسی مستقل کتاب کا موضوع نہیں بلکہ اقبال پر ان کی تصنیف ,,اقبال یورپ میں " کا حصہ ہے جو اقبال اکادمی پاکستان لاہور کے زیر اہتمام ۱۹۸۵ء میں شائع ہوئی ۔

سعید اختر درانی نے پہلی مرتبہ اپنے کیمبرج کے زمانہ طالب علمی میں ۱۹۵٦ء میں پورے سپین کا دورہ کیا تھا ۔ انھوں نے ۵۰۰ کلومیٹری ٹکٹ لے کر ریل کے ذریعے سپین کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک سیاحت کی ۔ اس دوران انھوں نے اقبال کی پیروی میں مسجد قرطبہ میں نماز بھی ادا کی ۔ دوسری مرتبہ انھوں نے اپنی جرمن نژاد بیوی کو سپین کے مسلم آثار مثلاً الحمراء ، اشبیلیہ کا القصر اور عظیم مینار اور مسجد قرطبہ دکھانے کے لئے ۱۹٦۹ء میں اس سرزمین کی سیاحت کی ۔

سعید اختر درانی تیسری مرتبہ اواخر جولائی ۱۹۸۲ء میں جرمنی سے اپنے اہل و عیال کے ساتھ بذریعہ کار روانہ ہوئے اور ۴ اگست کو سپین میں داخل ہوئے وہاں بارسلونا اور ویلنسیا کے رستے سفر کرتے ہوئے ایک گاؤں Bella Oscheta میں اپنی تعطیلاتی اقامت گاہ پر پہنچے جو Alicante سے کچھ فاصلے پر Villajoyosa کے قریب دامن کوہ میں واقع ہے۔ سعید اختر درانی نے اس خطے میں عربوں کے آباد کئے ہوئے کئی قصبوں، ان کے لگائے ہوئے باغوں اور ان کے تعمیر کئے ہوئے قلعوں کی سیر کی اور مسجدوں کی زیارت کی جن کو عیسائیوں نے گرجوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ ان میں Elche کی خوبصورت جامع مسجد بھی شامل ہے ۔ یہاں دو ہفتے گزارنے کے بعد ۲۰ اگست کو اسپین کی سیاحت پر نکلے ۔ پہلے مرسیہ میں رکے جس کے رستے میں کھجوروں کے درختوں کے جھنڈ دکھائی دیئے اور جابجا ایسے قصبے اور دریا نظر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آئے جن کے نام ابھی تک عربی ھیں ۔ ایک شہر Elicante میں ایک جلوس دیکھا جس میں شامل لوگوں نے عربوں کا جنگی لباس پہن رکھا تھا اور وہ ھلالی پرچم اٹھائے شمشیر زنی کا مظاھرہ کرتے ہوئے اور رزمیہ موسیقی کی تانیں بلند کرتے ہوئے اپنی پرانی تاریخی روایات کی یاد تازہ کر رھے تھے ، اس کے بعد درانی غرناطہ پہنچے جہاں قصر الحمراء کی سیر کی ، اس محل کی دیواروں، ستونوں اور جالیوں پر آیات قرآنی سے کی گئی آرائش اور عرب حکمرانوں کا طغری ,,ولا غالب الا اللہ،، دیکھ کر ان کی طبیعت پر عجیب اثر ھوا ۔ اس کے بعد وہ اپنے اھل و عیال کے ساتھ قرطبہ پہنچے ، قرطبہ کے باغات کا منظر دیکھا اور مسجد قرطبہ کی زیارت کی پھر علامہ اقبال کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قدیم عربی دار الحکومت طلیطلہ کا رخ کیا جہاں اب بھی قدیم طرز کی تلواریں دستی آئینے، طشتریاں اور زیور بنائے جاتے ھیں جن پر عربوں کی چھاپ صاف نظر آتی ہے۔ عربی دور کی عمارتیں، حویلیاں باغ، فوارے اور بازار ھر طرف دکھائی دیتے ھیں ۔ طلیطلہ کی سیر کے بعد انھوں نے اویلا Avila کی سیر کی، اس قدیم اور خوبصورت شہر کے گرد فصیل ابھی تک باقی ہے اور ایک عظیم الشان قلعہ ابھی تک عربوں کی یاد تازہ کر رھا ہے۔ اویلا سے چل کر شام کو میڈرڈ پہنچے ۔ یہاں مصنف کو علامہ اقبال کی وہ تقریر تلاش کرنی تھی جو انھوں نے جنوری ۱۹۳۳ء میں ,,Spain and the Intellectual World of Islam،، کے عنوان سے میڈرڈ یونیورسٹی میں کی تھی اور جس کا ذکر قبل ازیں علامہ اقبال کے سفر اندلس کے ضمن میں آ چکا ہے ۔

سعید اختر درانی نے قومی کتب خانے Biblioteca Nacional میں اقبال کی تقریر تلاش کرنے کی بڑی کوشش کی لیکن

تقریر نہ ملنا تھی اور نہ ملی ۔ وقت کی کمی آڑے نہ آتی تو شاید وہ اس میں کامیاب ہو جاتے ۔ سعید اختر درانی ایک سائنس دان ہیں لیکن علامہ اقبال سے عقیدت و محبت کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے نہ صرف علامہ اقبال کی پیروی میں سپین کا سفر اختیار کیا بلکہ وہاں ایسی معلومات کی تلاش میں بھی مصروف رہے جو اقبالیات میں تحقیق کے سلسلے میں مفید ثابت ہو سکتی ہیں ۔ شاید اسی لئے ان کے ہاں بطور سیاح حالات سفر رقم کرنے کا انداز نرالا ہے ۔ انہوں نے کوئی اٹھارہ صفحوں میں اپنے تین سفروں کی روداد لکھی ہے اور تقریباً دس صفحوں میں سپین کے قومی کتب خانے میں علامہ اقبال کی میڈرڈ والی تقریر کی تلاش کی تفصیل درج کی ہے ۔

(۸) اندلس کا سفرنامہ

مولانا صہیب حسن کا یہ مختصر سفرنامہ ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور جولائی، اگست اور دسمبر ۱۹۸۸ء کے شماروں میں شائع ہوا ۔ یہ سفرنامہ ۴۳ صفحات پر مشتمل ہے اور اس بنا پر منفرد اور ممتاز ہے کہ اس کے مصنف القرآن سوسائٹی لندن کے ڈائریکٹر ہیں اور انہوں نے سپین میں اشاعت اسلام کی سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے لئے اپریل ۱۹۸۵ء میں سفر کیا تھا ۔ اس سفر میں مولانا صہیب حسن کے اہل و عیال کے علاوہ لیورپول کے ڈاکٹر احمد زمان بھی ہمراہ تھے ۔ مولانا نے بڑی دشواری سے سپین کا ویزا حاصل کیا اور ۲۹ مارچ ۱۹۸۵ء کو لندن سے روانہ ہو کر ڈوور اور میکے ہوتے ہوئے پیرس پہنچے ۔ پیرس میں محراب فتح، نوٹرے ڈیم کا گرجا اور مسجد پیرس وغیرہ دیکھی اور پھر لیون سے ہوتے ہوئے کوہ پیرینیز کے شمالی درے سے سپین میں داخل ہونا چاہتے تھے تاکہ ٹورس کو بھی دیکھتے جائیں جو اس راہ میں آتا ہے اور جہاں رمضان ۱۱۴ ھ/ ۷۲۲ء میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبدالرحمن غافقی کی زیر سرکردگی مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان معرکہ کارزار گرم ہوا تھا لیکن ڈاکٹر زمان کے مشورے پر جنوبی فرانس ہوتے ہوئے کوہ پیرینیز کے انتہائی جنوبی سرے سے اسپین کا رخ کیا ۔ اثنائے سفر میں جابجا مسلم آثار نظر آئے ، فرانس کے سرحدی شہر پیرپینیان کے مضافات میں پہنچے جہاں ایک مراکشی کے فلیٹ میں رات گزاری اس علاقے کے مراکشی مسلمانوں سے بارسلونہ کی واحد باقاعدہ مسجد طارق بن زیاد کا پتہ معلوم ہوا ۔ کوہ پیرینیز کی گھاٹیوں سے گزر کر بارسلونہ پہنچے جو سپین کا سرحدی شہر ہے ، شہر میں مراکشی مسلمانوں کے علاوہ پچاس کے قریب پاکستانی خاندان بھی رہتے ہیں ان لوگوں کی مساعی سے اگرچہ شہر میں تین مسجدیں موجود ہیں لیکن ان میں پنجوقتہ نماز صرف مسجد طارق بن زیاد میں ہوتی ہے ، مولانا صہیب حسن نے میڈرڈ میں واقع اسلامی مرکز کا دورہ بھی کیا جو اسپین کی یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم عرب طالب علموں کی تنظیم جمیعۃ الطلبة المسلمین کی کوششوں سے قائم ہوا تھا ، اس جمعیت کی شاخیں سپین کے کئی شہروں میں قائم ہیں اور اس نے قرآن مجید کے اسپینی ترجمے اور دیگر اسلامی کتب کی اشاعت میں قابل قدر کام کیا ہے ۔ اس اسلامی تنظیم کے روح رواں نزار احمد صباغ شامی تھے جنھوں نے سپین میں اشاعت اسلام کی موثر خدمت انجام دی ہے ۔ ان کو مبینہ طور پر شام کی حکومت نے شہید کر دیا ۔ اس کے باوجود ان کی تحریک اللہ تعالی کے فضل سے جاری ہے ۔ اسلامی مرکز کی لائبریری میں مفید کتابیں عام استفادہ کے لئے موجود ہیں ۔ غرناطہ میں مسلمانوں کے پاس ایک قبرستان بھی ہے ۔ مولانا صہیب حسن نے بارسلونہ کے نواح میں مقیم عربوں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش

بھی کی ۔ اس کے بعد انھوں نے بلنسیہ کا رخ کیا ۔ راہ میں طرطوشہ کی سیر کی جو پانچ سو سال تک مسلم تہذیب و تمدن کا گہوارہ رہا ۔ مشہور مصنف ابوبکر طرطوشی (وفات ۵۲۰ھ) اسی علاقے کے رہنے والے تھے ۔ اراغون کے عیسائی بادشاہ نے اس علاقے پر ایک صلحنامہ کے ذریعہ قبضہ کیا تھا اور مسلمانوں کی مذہبی آزادی برقرار رکھنے کا وعدہ کیا تھا لیکن وہ یہ وعدہ پورا نہ کر سکا ۔ اس تاریخی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا صہیب حسن لکھتے ھیں :

اسپین کے مسافر کو یہ بات شدت سے محسوس ہوگی کہ اسلامی ھسپانیہ کے ھر شہر کا مرکزی گرجا مقامی جامع مسجد کی ھیئت تبدیل کرکے بنایا گیا ہے ۔ بارسلونہ کے مرکزی کیتھڈرل میں ابھی تک ایک عربی لوح کے آثار ملتے ھیں " ۔ (ص ۱۹۵)

ایک طرف یہ منظر ہے جو مسلمان سیاحان اسپین کو رنجیدہ کرتا ہے اور دوسری طرف احیائے اسلام کی جدوجہد کا احساس ہے جو دل کو روشن مستقبل کی نوید دیتا ہے ۔ مولانا لکھتے ھیں :

"ہم نے بوجھل دل کے ساتھ قلعے کی فصیل سے طرطوشہ پر ڈھلتے ہوئے سورج کی شعاعوں کو نمناک آنکھوں سے دیکھا ۔ سات صدیاں پہلے طرطوشہ کے آخری مسلمان نے ایسا ھی نظارہ اپنی آنکھ سے دیکھا ہوگا ۔ کیا معلوم اسپین احیائے اسلام کی جس رو سے گزر رہا ہے اس کی کوئی لہر دریائے ایبرو کی گود میں آباد اس عظیم بستی کو ازسرنو شاد کام کردے " ۔ (ص ۱۹۵)

جناب صہیب حسن نے ان مقامات کے علاوہ بلنسیہ ، الیکانتے، مرسیہ، البا سیت اور غرناطہ وغیرہ ، کی سیاحت بھی کی اور تفصیل سے ان علاقوں کی تاریخ اور موجودہ دور میں کام کرنے والی اسلامی تنظیموں کی کارکردگی پر روشنی ڈالی ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۹) سورج کے ساتھ ساتھ

ذکیہ ارشد حمید کی یہ کتاب پانچ ملکوں فرانس ، سپین ، قاہرہ، سعودی عرب اور جاپان کے سفر کی روداد پر مشتمل ہے جو ستمبر ۱۹۸۸ء میں مکتبہ همزبان کراچی سے شائع ہوئی ۔ ہر چند یہ سفرنامہ موصوفہ کی پہلی مستقل تصنیف ہے لیکن اس سے ان کی ادبی صلاحیتوں کا پتہ چلتا ہے۔ یہ سفرنامہ اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس میں نہ تو زیب داستان کے لئے کچھ بڑھایا گیا ہے اور نہ محض خشک معلومات فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے بلکہ ایسا انداز اپنایا گیا ہے کہ قاری سفرنامہ نگار کے ہمراہ خود بھی سفر کے جملہ مراحل طے کرتا چلا جاتا ہے۔ ذکیہ ارشد سیر و سیاحت کی دلدادہ تو ہیں لیکن ان کا اصل طرہ امتیاز ان کے قومی و ملی احساسات ہیں جن کو انھوں نے فرانس کے نام نہاد ماڈرن شہروں پیرس ، کانز اور نیس وغیرہ کی سیر کرتے ہوئے بھی عزیز رکھا ۔ وہ جہاں بھی گئیں اپنے اسلامی اور قومی تشخص کے اظہار سے غافل نہیں ہوئیں اس بنا پر اگر انھیں مذکورہ ممالک میں پاکستان کی غیر سرکاری سفیر قرار دیا جائے تو کچھ بے جا نہ ہوگا ۔

ذکیہ حمید کو سپین کے قرب کا احساس پہلی مرتبہ اس وقت ہوا جب انھوں نے پیرس کے مضافات میں ایک مقام پر TOURS کا بورڈ لگا دیکھا ۔ وہ لکھتی ہیں :

,, شام سے پہلے ہی ہم اپنی اگلی منزل کی طرف روانہ ہو گئے ۔ بڑی شاہراہ پر جیسے ہی آ گئے میری نظر سامنے بورڈ پر پڑی لکھا تھا طورزTours یہ لفظ میرے ذہن سے چپک گیا اور میں نے ارشد سے کہا کہ گاڑی اس سڑک پر موڑ لو۔ یہ جگہ صرف پچاس کلومیٹر ہے ہم جلدی لوٹ آئیں گے ۔ موسیو والے اور ارشد حیران تھے کہ اس

جگہ کیا خاص بات ہے جو میرا ارادہ ایک دم اس طرف جانے کا ہو گیا ہے۔ بہت مشکل سے دونوں رضا مند ہوئے ۔ جیسے ہی ہم وہاں پہنچے مجھے وہاں کی فضاؤں میں اللہ اکبر کی گونج سنائی دی ۔ طارق بن زیاد اور میرے عرب بھائیوں کی خوشبوئیں ہر طرف بکھری تھیں ۔ صدیاں گزرنے کے بعد بھی یہاں ہواؤں میں کلمۂ حق کی لہریں بکھری تھیں ۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں تک مسلمان سپین فتح کرتے کرتے فرانس میں اندر تک آ گئے تھے ۔ بس یہیں ۷۳۲ء میں فرانس کے بادشاہ چارلس مارٹن نے مسلمانوں کی پیش قدمی روک دی تھی ۔ میرے ہاتھ فاتحہ پڑھنے کو اٹھ گئے اور بوجھل دل لئے واپس چلی آئی ۔ یہاں مسلمانوں کی کوئی یادگار باقی نہیں ۔ صرف مسلمانوں کی پیش قدمی روکنے کے لئے بڑے بڑے قلعے کھڑے ہیں " ۔ (ص : ۳۸)

"لیون کے قدیم حصے میں ذکیہ صاحبہ نے ایک قلعہ نما گرجا دیکھا جس کے بارے میں وہاں کی نگران راہبہ نے بتایا کہ اس طرح کے قلعے آٹھویں صدی کے بعد تعمیر ہوئے کیونکہ اس زمانے میں جنوب کی طرف سے مور (مسلمان) فاتحین کی پیش قدمی جاری تھی جس کو روکنے کے لئے ان قلعہ نما گرجوں کو تعمیر کیا گیا ۔ ان کی وساطت سے مقامی عیسائی باشندوں میں مذہبی جذبہ پیدا کیا گیا ۔ ذکیہ ارشد نے یہ سنا تو ان کے تصور نے ماضی کی طرف زقند بھری :

"اور میرے تصور میں سبز پرچم لئے مسلمان سپاہی اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ان پہاڑوں کو اپنے قدموں تلے روندتے آگے بڑھتے رہے ۔ انھی میدانوں کی مٹی پر ان کی جبیں اپنے اللہ کے حضور جھکی ہو گی ۔ ان کی عظمتوں کی ایک ایک نشانی نصرانیوں نے مٹا دی ۔ مسلمان اپنے ساتھ یورپ میں علم کے خزانے لائے ۔ ان میں ریاضی،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سائنس اور طب قابل ذکر ھیں ۔ (مسلمانوں نے ریاضی کا علم سیکھا اسے آگے بڑھایا) مسلمانوں کے زوال کے ساتھ ان کی ایجادات یورپ والوں نے اپنے نام منتقل کر لیں ۔ یورپ کا صنعتی انقلاب مسلمانوں کی سائنسی اور معاشی ترقی کا مرھون منت ہے لیکن یورپ والے یہ کیوں کھیں گے ۔ یہ سب مسلمانوں کی بدولت ہے ۔ لیکن ھم بھی تو اپنی تاریخ بھلا بیٹھے ھیں ، ھم بھی تو سائنس اور ریاضی سے دور بھاگنے لگے ،، (ص : ۴٦ ـ ۴۷) فرانس کی حدود سے نکل کر جب ذکیہ حمید سپین کی حدود میں داخل ھوئیں تو فضا میں جس اپنائیت کا احساس ھوا اس کے بارے میں لکھتی ھیں :

,, بلندی سے آتی ٹھنڈی ھوائیں گدگدا رھی تھیں ۔ یہ اس قوم کی سانسوں کی مہک ہے جس پر صدیوں قدرت کے انعامات کی بارش ھوتی رھی ۔ صحرا سے ریت کے ذرے اڑے اور اسلام کی تجلیوں سے تابناک ھوئے ۔ ان کی روشنی سے زمانہ چمک گیا اور یہ ذرے ھوا نے ھر سو روشنی کے لئے بکھیر دئیے ۔ (ص : ٦۷ ـ ٦۸)

مصنفہ نے اگرچہ شہر کے باشندوں کے رھن سہن کا تذکرہ بھی کیا ہے لیکن انھیں رہ رہ کر یہ خیال آتا ہے کہ یہ ملک کبھی مسلمانوں کا تھا اور مسلمانوں نے اس خطے کو رشک جنت بنایا تھا لیکن اب وھاں مسلمانوں کا نام ونشان تک مٹا دیا گیا ہے ۔ سپین کا یہ مختصر سفرنامہ پڑھ کر ھم یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مصنفہ نے جس طرح دیگر ممالک کی سیاحت کی اور اس کا دلچسپ حال بیان کیا ہے ، اس طرح سپین کی سیاحت کا انھیں موقع نہیں مل سکا ۔ لہذا وہ اس کی مفصل روداد بھی سپرد قلم نہیں کر سکیں ورنہ سپین کے سفرناموں میں ایک اچھے سفرنامے کا اضافہ ھو سکتا تھا ۔

دیگر مختصر سفرنامے

,, میڈرڈ کی ایک شام ،، کے عنوان سے کیپٹن عابد ، پشاور کی ایک تحریر ماھنامه عصمت کراچی کے جوبلی نمبر ، جولائی ۱۹۵۸ء (ص ۱۵۳ ـ ۱۵۹) میں شائع ہوئی جسے رساله کی فہرست مضامین میں افسانه بتایا گیا ہے جبکه یه سپین کے ایک شہر کا مختصر سفر نامه ہے برگیڈئیر گلزار احمد کا ایک مضمون ,, مسجد قرطبه کی عید ،، کے عنوان سے آفاق دسمبر ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا جس میں انھوں نے تاثراتی انداز میں عیدالفطر کی نماز ادا کرنے کا حال رقم کیا ہے ۔

اگرچه زیر نظر مضمون میں کوشش کی گئی ہے که اردو میں شائع شدہ سپین کے تمام مختصر یا مفصل سفرناموں کا تعارف پیش کیا جائے تاہم اس بات کا امکان ہے که اردو کے بعض اخبارات و رسائل میں شائع شدہ کوئی ایسا مضمون میری نظر سے اوجھل رہا ہو یا میرے علم میں نه آ سکا ہو جس کا موضوع سپین کی سیاحت ہو۔

سپین کے سفرناموں کے طائرانه جائزے سے یه اندازہ ہوتا ہے که ہمارے سیاحوں کو سپین سے خاص دلچسپی رہی ہے۔ یه الگ بات ہے که مقصود سفر میں کم و بیش یکسانیت نہیں رہی ـ بعض سیاحوں کا مقصد اسلامی آثار کی موجودہ حالت کا مشاهده تھا اور بعض کے نزدیک سپین کی موجودہ حالت اور اهل سپین پر مسلمانوں کے اثرات کا جائزہ سفر سپین کی غرض و غایت قرار پایا بعض مسافروں نے مشاهدے سے زیادہ تاریخ اندلس کے مطالعے پر توجه مرکوز کی البته ایسے سفرنامے بھی ھیں جن میں سپین میں اسلام کی تجدید اور اسلامی تہذیب کے احیاء کی مساعی اور امکانات کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ـ بہرحال یه تمام سفرنامے کسی نه کسی پہلو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے بہت مفید ھیں ، ان کی بدولت نہ صرف اردو ادب کا دامن مالا مال ھوا ہے بلکہ سپین کے اسلامی دور کے بارے میں آگاھی میں بھی اضافہ ھوا ہے۔ ان سفرناموں کے مختصر تعارف سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ جو لوگ قبل ازیں کسی نہ کسی سلسلے میں سپین کا سفر کر چکے ھیں اور کسی وجہ سے اپنے مشاھدات وتاثرات قلمبند نہیں کر سکے وہ بھی مختصر یا مفصل سفرنامہ لکھنے پر آمادہ ہو سکیں گے اور یہ امید بھی پیدا ھوتی ہے کہ ھمارے اھل قلم جہاں دیگر یورپی ممالک کی سیاحت سے شاد کام ھوتے ھیں اور سفرنامے لکھتے ھیں وھاں سپین کو بھی لائق اعتنا خیال کریں گے اور اپنے مشاھدات سفر میں دوسروں کو بھی شریک کرنے کی کوشش کریں گے۔

مـــآخـــذ

(أ)　کتب :

اشفاق احمد ، سفر مینا ، لاھور ، اپریل ۱۹۸۳ء ۔

ذکیہ حمید ارشد ، سورج کے ساتھ ساتھ ، کراچی ، مکتبہ ھمزبان، ستمبر ۱۹۸۸ء ۔

سعید اختر درانی ، اقبال یورپ میں ، لاھور ، اقبال اکادمی پاکستان ، ۱۹۸۵ء ۔

لین پول ، مسلمان اندلس میں ، (ترجمہ : منشی حامد علی صدیقی، ترتیب : ثناء الحق صدیقی) ، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی ، س ۔ ن ۔

محمد اقبال ، کلیات اقبال اردو ، لاھور ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، مارچ ۱۹۸۲ء ۔

محمد حمزہ فاروقی، آج بھی اس دیس میں، کراچی ، مکتبہ اسلوب، ۱۹۸۲ء ۔

محمد حمید اللہ ، ڈاکٹر، خطبات بھاولپور ، اسلام آباد ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۸۵ء ۔

محمد عمر علی خان ، نواب ، سفرنامہ اندلس مسمی بہ قند مغربی ، کانپور، مطبع نظامی ، جنوری ۱۹۱۵ء ۔

مستنصر حسین تارڑ ، اندلس میں اجنبی ، لاھور ، التحریر، ستمبر ۱۹۷۶ء ۔

ولی محمد میر دبیر قاضی ، سفر نامہ اندلس ، لکھنؤ، نامی پریس، ۱۹۲۷ء ۔

(ب)　رســـائل :

آفـاق ، دسمبر ۱۹۵۱ء

مجلہ اقبال ریویو ، لاھور، جولائی تا اکتوبر ۱۹۷۷ء

ماھنامہ اردو ڈائجسٹ ، لاھور ، جولائی ۱۹۸۸ء ، اگست ۱۹۸۸ء، دسمبر ۱۹۸۸ء

ماھنامہ عصمت ، کراچی ، جولائی ۱۹۵۸ء

★★★